ضروریاتِ دین کی تعریفات

تالیف

طارق انور مصباحی

مجلسِ علمائے جھارکھنڈ

(ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا)

(سورہ حشر:۷)

ضروریات دین کی مختلف تعریفات کا تجزیہ اور حد تام کا تعین

ضروریات دین کی تعریفات

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

مجلس علمائے جھارکھنڈ

اسم کتاب: ضروریات دین کی تعریفات

(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

تحریر وترتیب: طارق انور مصباحی

مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

پروف ریڈنگ: مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی

(رام گڑھ)

تعداد صفحات: چھیانوے (96)

ناشر: مجلس علمائے جھارکھنڈ

سال اشاعت: جمادی الاخریٰ 1422

مطابق جنوری 2021

فہرست مضامین

فصل دوم

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

ضروریات دین کی متعدد تعبیرات وتعریفات

ضروریات دین کی چند تعبیرات کی طرف اشارہ مندرجہ ذیل ہے۔

متعدد تعبیر میں دیگر تعبیر کے الفاظ موجود ہوتے ہیں۔

ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

حاضر دربار رسالت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی شرعی حکم سنا تو وہ اس کے لیے ضروری دینی ہو گیا۔

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی دینی فعل ادا فرماتے دیکھا تو وہ اس کے لیے ضروری دینی ہو گیا۔

دربار رسالت سے غیر حاضر کو جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کوئی دینی امر تواتر کے ساتھ موصول ہو تو وہ امر متواتر اس کے لیے قطعی بالمعنی الاخص اور ضروری دینی ہو گا۔

اجماع متصل کا مفہوم یہ ہے کہ اس امر دینی پر تمام اہل اسلام کا عہد رسالت سے آج تک اتفاق واعتقاد ہو۔

اگر اس کا تفصیلی علم ہے تو تفصیلی اعتقاد ہو۔ اگر اجمالی علم ہے تو اجمالی اعتقاد ہو۔ اس کا اعتقاد نہ رکھنے والا کافر ہو گا۔

تواتر واجماع متصل میں فرق صرف یہ ہے کہ تواتر میں افراد کی محدود تعداد ہوتی ہے اوراجماع میں تمام مومنین مراد ہوتے ہیں۔

اجماع میں اس امر دینی کو ماننے کا مفہوم واضح ہےاورتواتر میں اس امر دینی کو جاننے کا مفہوم واضح ہے۔امر متواتر کے لیے یہ ضروری نہیں تمام مومنین اس کو بالفعل جانتے ہوں، لیکن اجماع میں یہ شرط ضرور ہے کہ تمام مومنین اس کو مانتے ہوں۔

اگراس کا تفصیلی علم ہوتو تفصیلی اعتقاد کے ساتھ ماننا مراد ہوگا۔اگر اجمالی علم ہے تو اجمالی اعتقاد ضروری ہوگا۔ضروری دینی کی پانچ تعبیرات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضروری دینی :وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

(۲)ضروری دینی :وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

(۳)ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جواہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ(اجماعی)ہو۔

(۴) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کوخواص اور علما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

(۵)ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو(مومنین کے لیے)بدیہی ہو۔

مذکورہ بالاتعریفات خمسہ کی تفصیل وتشریح فصل اول میں مرقوم ہے۔فصل دوم میں تواتر اورامرمتواتر کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ضروریات دین کی مکمل تفصیل ’’البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ‘‘:رسالہ یازدہم ؛باب اول میں مرقوم ہے۔اس تحریر میں صرف ضروریات دین کی مختلف تعبیرات وتعریفات

سے متعلق مباحث مرقوم ہیں ۔ضروریات دین کی نوع بہ نوع تعبیرات کے سبب ابتدائی مرحلے میں ارباب علم وفضل بھی حیرت میں مبتلا ہوجاتے ہیں ۔بفضلہ تعالیٰ وبرحمت حبیبہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثنا تطبیق کی کوشش کی گئی ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ یہ تحریر اہل اسلام کی آنکھیں ٹھنڈی اوران کے دلوں کو کیف وسرور سے لبریز اورطرب وشادمانی سے جل تھل کردے گی۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم</u>

طارق انور مصباحی

۴:محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴:اگست ۲۰۲۰

شب:دوشنبہ

☆☆☆☆☆

اطلاع:یہ تحریر"البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ"رسالہ دوازدہم کا خاتمہ ہے۔ افادۂ عامہ کے واسطے بشکل رسالہ سپرد قوم کیا گیا۔

فصل اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

تعریف اول

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔(تعریف بالحد)

دربار رسالت کے حاضرین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی دینی بات سنی یا کوئی دینی عمل ادا کرتے دیکھا تو وہ قول نبوی وفعل نبوی ان کے حق میں ضروری دینی ہے، کیوں کہ حواس ظاہرہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ یہاں قول نبوی کا علم وادراک حاسہ سمع سے ہوا، اور فعل نبوی کا علم وادراک حاسہ بصر سے ہوا۔

دربار رسالت کے غیر حاضرین کے لیے کوئی دینی امر اس وقت ضروری دینی ہوگا جب وہ تواتر کے ساتھ ان تک پہنچے۔

اس طرح غیر حاضرین کے لیے ضروری دینی، امر متواتر ہوتا ہے، اور جو امر متواتر ہوگا، وہ قطعی بالمعنی الاخص ہوگا۔

امر متواتر میں کذب محال عادی ہے، اس لیے اس میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل بھی نہیں ہوتا، لہٰذا وہ قطعی بالمعنی الاخص ہوگا۔

ضروری دینی قطعی بالمعنی الاخص دینی امر ہوتا ہے، خواہ حاسہ سمع وبصر سے حاصل ہو، یا خبر متواتر سے حاصل ہو۔

قال السخاوی: {وسبقه ابن دقیق العید–فقال: الذی تقررعندنا انه لا نعتبر المذاهب فی الروایة–اِذْ لَا نُکَفِّرُ اَحَدًا من اهل القبلة اِلَّا بِاِنْکَارِ قطعی من الشریعة} (فتح المغیث ج۱ص۳۶۵)

توضیح: منقولہ بالاعبارت میں قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص مراد ہے۔قطعی بالمعنی الاخص ضروریات دین میں سے ہے،اورضروریات دین کا انکارکفر کلامی ہے۔مذکورہ بالا عبارت میں یہ بتایا گیا ہے کہ روایت حدیث میں صرف کافر کی روایت قبول نہیں ہوگی ،اور کافر وہ ہے جو دین کے کسی قطعی بالمعنی الاخص امر کا انکار کرتا ہو۔اسی قطعی بالمعنی الاخص کو ضروری دینی کہا جاتا ہے۔

امام اہل سنت نے تحریر فرمایا:''پہلی قسم کا نام علم یقین ہے اوراس کا منکر کافر ہے''۔

(الزلال الانقی: فتاویٰ رضویہ جلد۲۸ص۶۶۷)

توضیح: دینی امر جو قطعی اور یقینی ہو، وہ ضروری دینی ہے۔اس کا انکار کفر ہے۔

تعریف دوم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔(تعریف بالرسم)

ضروری دینی وہ امر ہے جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔دربار رسالت کے غیر حاضرین کے لیے کوئی امر اسی وقت قطعی بالمعنی الاخص ہوگا ،جب وہ تواتر کے ساتھ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہو،اسی

لیے کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

قال الغزالی: {واصول الایمان ثلثة-(۱)الایمان باللّٰہ(۲)وبالرسل(۳) وبالیوم الاٰخر-وما عداہ فروع-و اعلم انه لا تکفیر فی الفروع اصلًا-الا فی مسئلة واحدة-وهی ان ینکر اصلًا دینیًا علم من الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم بالتواتر}(التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ ص۶۲)

امر متواتر کے انکار پر تکفیر

قال العسقلانی:{من انکر امرًا متواترًا من الشرع معلومًا من الدین بالضرورة وکذا من اعتقد عکسه}(نخبۃ الفکر ص۱۷)

قال السیوطی الشافعی: {من انکر امرًا متواترًا من الدین بالضرورة- او اعتقد عکسه}(تدریب الراوی ج۲ص۵۴۶-مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز-مکۃ المکرمہ)

قال السخاوی الشافعی: {مَنْ اَنْکَرَ اَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ-اَیْ اِثْبَاتًا وَنَفِیًا}

(فتح المغیث ج۱ص۳۶۴-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال القاضی:{وکذلک نقطع بتکفیر کل من کذب وانکر قاعدةً من قواعد الشرع وما عرف یقینًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول ووقع الاجماع المتصل علیه کمن انکر وجوب الصلوات الخمس وعدد رکعاتها وسجداتها-ویقول انما اوجب اللّٰہ علینا فی کتابه الصلٰوة علی الجملة وکونها خمسًا وعلٰی هذه الصفات و الشروط لا اعلمه-اذ لم یرد فیه فی القراٰن نص جلی-والخبر به عن الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم خبر

واحد}(الشفاء: ج۲ص۲۸۷)

توضیح: قاضی عیاض مالکی نے فرمایا کہ وہ اجماع متصل سے ثابت ہو، یعنی عہد رسالت سے تمام مومنین کا اعتقاد اس پر ہو۔

قال الخفاجی: {وقوله (المتصل) ان الذی لم یتخلله عدم اجماع یقطعه}(نسیم الریاض ج۴ص۵۱۳)

وقال القاری: {(المتصل)الذی لم یتخلله عدم اجماع}

(شرح الشفاء ج۴ص۵۱۳)

توضیح: کتاب الشفا میں ''قواعد'' سے احکام شرعیہ مراد ہیں۔

قال الخفاجی: {والمراد بالقواعد ما بُنِیَ علیه الاسلام کاقام الصلٰوة وایتاء الزکٰوة وصوم رمضان والحج -فلیس المراد بالقاعدة مصطلح اصحاب المعقول فلذا فسره بقوله(وما عرف یقینًا بالنقل المتواتر)الذی یمتنع کذب قائله(من فعل الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم)}

(نسیم الریاض ج۴ص۵۱۳)

قال القاری فی تشریح القواعد:

{ای باصل من اصول مما بُنِیَ عَلَیْهِ کَمَا بَیَّنَه عَلَیْهِ الصلٰوة والسلام (بنی الاسلام علٰی خمس–شهادة ان لا اله الااللّٰه وان محمدًا رسول اللّٰه و اقام الصلٰوة وایتاء الزکٰوة وصوم رمضان والحج)} (شرح الشفا: ج۴ص۵۱۳)

قال القاضی: {(۱)فاما من انکرالاجماع المجردالذی لیس طریقه النقل المتواترعن الشارع–فاکثر المتکلمین ومن الفقهاء والنظارفی هذا الباب–قالوا بتکفیر کل من خالف الاجماع الصحیح الجامع شروط

الاجماع المتفق علیه عمومًا–وحجتهم قوله تعالٰی(ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدٰی)الأیة–وقوله صلی اللّٰه علیه وسلم(من خالف الجماعة قید شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه)وحکوا الاجماع علٰی تکفیر من خالف الاجماع.

(۲)وذهب اٰخرون الی الوقوف عن القطع بتکفیر من خالف الاجماع الذی یختص بنقله العلماء.

(۳)و ذهب اٰخرون الی التوقف فی تکفیر من خالف الاجماع الکائن عن نظر کتکفیر النظام بانکاره الاجماع –لانه بقوله هذا مخالف اجماع السلف علٰی احتجاجهم به خارق للاجماع}(الشفاءج۲ص۲۹۱)

توضیح: جس نے کسی ایسے مجمع علیہ امر دینی کا انکار کیا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں تو اس کے کفر میں اختلاف ہے۔بعض اسے کفر قرار دیتے ہیں اور بعض کفر نہیں کہتے ،پس ایسے امر کا انکار کفر کلامی نہیں ہوگا ،کیوں کہ ایسے امور ضروریات دین میں سے نہیں ہیں اور متکلمین صرف ضروریات دین کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں۔

تعریف سوم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ(اجماعی)ہو۔

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ (اجماعی)ہو۔(تعریف بالرسم)

ضروری دینی کے اجماعی ہونے سے مراد اس پر اجماع متصل کا قائم ہونا ہے،یعنی

تمام مومنین اس عقیدہ پر متفق ہوں، اور وہ امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہو۔ اس اجماع سے اجماع شرعی فقہی مراد نہیں ہے۔

جس اجماعی امر کو اجمالی طور پر جس نے جانا، وہ اجمالی طور پر اعتقاد میں متفق ہو، اور جو تفصیلی طور پر جانا، وہ تفصیلی طور پر بھی اعتقاد میں متفق ہو۔ تفصیلی اعتقاد اور اجمالی اعتقاد کا مدار اس ضروری دینی کے علم پر ہے۔ اجمالی علم کے وقت اجمالی اعتقاد لازم ہے۔

تفصیلی علم کے وقت تفصیلی اعتقاد ضروری ہے۔ تفصیلی علم کے باوجود تفصیلی اعتقاد نہ رکھنا کفر ہے، مثلاً ہر منکر توحید کافر ہے۔ اس کا اجمالی اعتقاد رکھے، پھر جب یقینی اور قطعی بالمعنی الاخص طور پر معلوم ہو گیا کہ زید منکر توحید ہے تو اس کو کافر ماننا ضروری ہے۔

الحاصل ضروریات دین کے اجماعی یا مجمع علیہ ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام مومنین اس اعتقاد پر اجمالی متفق ہیں۔

جب تمام مومنین اس کے اعتقاد پر متفق ہوں گے تو یقیناً بہت سے مومنین کو اس کا تفصیلی علم ہو گا۔ کسی امر کے قطعی بالمعنی الاخص ہونے کے لیے صرف متواتر ہونا شرط ہے۔ ہر ایک کا اس سے واقف و آشنا ہونا لازم نہیں۔

متواتر کا مفہوم یہ ہے کہ ہر عہد میں راویوں کی ایک مشروط تعداد اس کی روایت کرتی آئی ہو۔ یہ تعداد متعین نہیں ۔نہ ہی بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے۔ اگر ہر عہد میں قریباً پچاس ساٹھ لوگ بھی اس کی روایت کرتے آئے ہوں تو وہ امر متواتر ہے۔

اجماع متصل کا مفہوم متواتر سے بھی زیادہ وسیع ہے، کیوں کہ یہ ہر عہد میں امت مسلمہ کے ہر ایک فرد کو محیط ہوتا ہے، گرچہ اجماع متصل میں علم کی شرط نہیں، بلکہ اعتقاد کی شرط ہے۔ اگر تفصیلی علم ہو تو تفصیلی اعتقاد فرض ہے، اور اجمالی علم ہو تو اجمالی اعتقاد فرض ہے، لیکن جب اعتقاد فرض ہے تو لامحالہ امت مسلمہ کی ایک کثیر تعداد اس سے واقف و آشنا بھی

ہوگی۔

امر متواتر کے مفہوم میں اعتقاد کی شرط نہیں، بلکہ علم کی شرط ہوتی ہے، یعنی ہر عہد میں ایک مشروط تعداد اس سے واقف وآشنا ہو، پھر وہ لوگ اس امر متواتر کی روایت مشروط تعداد میں کریں۔ ہمارے لیے سکندر کا وجود خبر متواتر سے ثابت ہے۔

ہاں، جب ضروریات دین کی تعریف امر متواتر سے کی جائے تو اسلامی اصول کے مطابق مذکورہ تفصیل کے ساتھ وہاں اعتقاد کی شرط ہوگی، یعنی جس کو اس امر متواتر کا تفصیلی علم ہے، اس کے لیے اس امر متواتر کا تفصیلی اعتقاد فرض ہوگا، اور جس کو اس امر متواتر کا اجمالی علم ہو، اس پر اجمالی اعتقاد فرض ہوگا۔

اہل اسلام کے یہاں دو امر کو اجماعی کہا جاتا ہے۔ ایک وہ اجماعی امر ہے جس پر صرف فقہا و مجتہدین کا اجماع ہوتا ہے، یعنی یہ اجماعی امر اجماع سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر صحابہ کرام کا اجماع کسی امر پر ہو، جیسے خلافت صدیقی، تو ایسا امر ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا انکار متکلمین کے یہاں کفر نہیں، بلکہ ضلالت و گمرہی ہے۔ بعض امور فقہائے غیر صحابہ کے اجماع سے ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے اجماعی امور کا انکار حرام ہے۔ اس کے حکم میں کچھ تفصیل ہے۔ جس کا ذکر رسالہ یازدہم: باب ششم میں ہے۔

ضروریات دین کو بھی اجماعی اور مجمع علیہ کہا جاتا ہے، کیوں کہ تمام مومنین اس کے اعتقاد میں متفق ہوتے ہیں۔ اس کا انکار کفر ہے۔

چوں کہ ضروری دینی متواتر ہوتا ہے تو اس کو متواتر بھی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بدیہی بھی ہوتا ہے تو اس کو بدیہی بھی کہا جاتا ہے۔

(۱)قال جلا ل الدین المحلی: {(جاحد المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورۃ)وھوما یَعْرِفُه مِنْهُ الخواص والعوام من غیر قبولٍ

لِلتَّشْکِیْکِ فالتحق بالضروریات کوجوب الصلٰوۃ والصوم وحرمۃِ الزنا والخمر (کَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَہ یستلزم تکذیب النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیہ}(شرح جمع الجوامع ج۲ص۲۰۱)

(۲)قال الہیتمی: {قال ابن دقیق العید:مسائل الاجماع ان صحبہا التواتر کالصلاۃ کفر منکرہا لمخالفۃ التواتر–لا لمخالفۃ الاجماع–وان لم یصحبہا التواتر فلا یکفر نافیہا}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۹۶-مکتبہ شاملہ)

(۳)قال الہیتمی الشافعی:{زاد النووی فی الروضۃ:ان الصواب تقییدہ بما اذا جحد مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ–سواء أ کان فیہ نص ام لا–بخلاف ما لم یعلم ذلک بان لم یعرفہ کل المسلمین –فان جحدہ لا یکون کفرًا–انتہی}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۹۵-مکتبہ شاملہ)

تعریف چہارم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کوخواص اورعلما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کوخواص اورعلما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔(تعریف بالرسم)

اس تعریف کا مفہوم یہ ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کا قطعی علم عوام وخواص کوبغیر نظر واستدلال کے حاصل ہوسکے۔

یہاں علم ومعرفت سے بالفعل علم ومعرفت مراد نہیں کہ تمام خواص وعوام مومنین اسے بالفعل جانتے ہوں ، بلکہ مراد یہ ہے کہ خواص وعوام مومنین کوضروری دینی کا یقین نظر

واستدلال کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے،یعنی مومنین کے لیےضروری دینی بدیہی ہو جاتا ہے۔

جس طرح ہر بدیہی کا علم ہونا تمام عوام وخواص کے لیے ضروری نہیں۔اسی طرح ضروری دینی کا علم ہونا ہرایک خاص وعام مومن کے لیےضروری نہیں۔

ہاں، یہ ضروری ہے کہ جس طرح بدیہی کا علم نظرواستدلال کے بغیر ہوتا ہے،اسی طرح ضروری دینی کا علم مومنین کو بلانظرواستدلال حاصل ہو سکے۔ضروری دینی مومنین کے لیے بدیہی کیوں ہو جاتا ہے،اس کی وجہ ''بدیہی'' کی بحث میں مرقوم ہے۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں ضروری دینی کی وہ تعریف منقول ہے جس میں خواص وعوام کی معرفت کا ذکر ہے۔

(۱)قال الهيتمي:{المراد بالضروری ما يشترک فی معرفته الخاص والعام}(تحفۃ المحتاج ج۹ص۱۰۴)

(۲)قال جلا ل الدين المحلی:{(جاحد المجمع عليه المعلوم من الدين بالضرورة)وهوما يَعْرِفُه مِنْهُ الخواص والعوام من غير قبولٍ لِلتَّشْكِيْكِ فالتحق بالضروريات كوجوب الصلٰوة والصوم وحرمةِ الزنا والخمر (كَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَه يستلزم تكذيب النَّبِيِّ صلی اللّٰه عليه وسلم فيه}(شرح جمع الجوامع ج۲ص۲۰۱)

(۳)قال الامام احمد رضا القادری:{وَالْمُحَقِّقُوْنَ لَا يُكَفِّرُوْنَ اِلَّا بانكارمَا عُلِمَ مِنَ الدِّيْنِ ضَرُوْرَةً بحيث يشترک فی معر فته الخاص والعام المخالطون للخواص–فان كان المجمع عَلَيْهِ هكذا–كَفَرَ مُنْكِرُه–وَاِلَّا،لَا–وَلَا حَاجَةَ عند هم اَيْضًا اِلٰی وجود نَصٍّ–فَاِنَّ كَثِيْرًا مِنْ ضَرُوْرِيَاتِ الدِّيْن مِمَّا لَا نَصَّ عَلَيْهِ كَمَا يَظْهَرُبِمُرَاجَعَةِ "الاعلام" وغيره}

(المعتمد المستند ص۱۹۵-المجمع الاسلامی مبارک پور)

تعریف پنجم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو (مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو (مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔ (تعریف بالرسم)

ضروری دینی مومنین کے لیے بدیہی ہوتا ہے۔اس کے بدیہی ہونے کی وجہ ایمان وتصدیق بالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

ضروری دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوتا ہے۔تواتر کے سبب اس میں شک وشبہہ نہیں ہوتا اور وہ ایسی ذات سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتا ہے،جس ذات اقدس کو مومنین نے اپنا رسول و نبی تسلیم کرلیا ہے اور مسلمانوں کے یہاں اس ذات گرامی کی ہر بات سچی اور قطعی ویقینی ہے تو مومنین کو جب تواتر کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب اس امر متواتر کی نسبت کا یقینی علم حاصل ہوجاتا ہے تو مومن کو اس امر دینی کا یقین واذعان حاصل ہوجاتا ہے۔اب کسی نظر واستدلال کی ضرورت درپیش نہیں ہوتی۔

ہاں، یہ صحیح ہے کہ تمام ضروریات دین اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں۔مزید تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں۔

ضروریات دین میں یقین کا حصول بلا نظر واستدلال ہوتا ہے،یعنی بطریق بداہت یقین کا حصول ہوتا ہے،اسی لیے ان امور دینیہ کو ضروریات دین (بدیہیات دین) کہا جاتا ہے۔چوں کہ یہ امور تواتر کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہوتے ہیں ،اس لیے مومنین کو ان امور میں نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ،اور متواتر عن الرسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے ان امور دینیہ میں کسی قسم کا شبہہ بھی نہیں ہوتا، یعنی نہ جانب مخالف کا احتمال بالدلیل ہوتا ہے، نہ ہی احتمال بلا دلیل۔ یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

(۲) جن امور میں نظر واستدلال سے یقین حاصل ہوتا ہے، ان کو نظریات دین (استدلالیات) کہا جاتا ہے۔

نظر واستدلال سے جو یقین حاصل ہو، وہ یقین نظری ہوتا ہے، یقین بدیہی نہیں، اسی لیے ان امور کو نظریات دینیہ کہا جاتا ہے۔

یہ وہ دینی امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوں، لیکن ان کی دلیل قطعی بالمعنی الاعم ہو۔ یہ ضروریات دین کی قسم دوم ہے۔ان کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے۔ بدیہیات دینیہ اور نظریات دینیہ کی تشریح درج ذیل ہے۔

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی کی وضاحت

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی نے ذیل کی عبارت میں ضروریات دین اور نظریات دین کا لفظ استعمال فرمایا ہے، نیز اسی عبارت میں ہے کہ اجماع، خبر واحد اور قیاس کی حجیت نظریات دینیہ میں سے ہے، پس یہ امور ضروریات دین کی قسم دوم میں شامل ہوں گے۔

قال بحر العلوم الفرنجی محلی: {(المصیب)من المجتهدین ای الباذلین جهدهم(فی العقلیات واحد– والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع(وخلاف العنبری)المعتزلی فیه (بظاهره غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئ ان شاء اللّٰه تعالٰی(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات

(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌ واٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعریة ومختار المصنف–وَمضیء مُدَّةِ

التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول بہ ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک(فَاٰثِمٌ لَا کَافِرٌ)

....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة(مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا– الصَّلٰوةِ والزَّکَاةِ وَالصَّوْمِ وَ الْحَجِّ (وحجیة القراٰن ونَحْوِ هِمَا کافرٌ اٰثِمٌ.

وَمُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیةَ القیاس اَیْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ–والمراد بالقطع المعنی الاخص– وھو مَا لَایَحْتَمِلُ النَّقیض وَلَوْ اِحْتَمَالًا بعیدًا–وَلَوْغَیْرَ نَاشٍ عن الدلیل}

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۲ص۳۷۷)

توضیح:اجماع کی حجیت کا منکر فقہا کے یہاں کافر ہے،متکلمین کے یہاں کافرنہیں ،کیوں کہ اجماع کی حجیت ضروریات دین سے نہیں ،یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجماع کا شرعی امور میں دلیل ہونا تواتر کے ساتھ منقول نہیں۔

امام غزالی کی وضاحت

قال الغزالی:{واما الفقهیة:فالقطعیة منها وجوب الصلوات الخمس والزکاة والحج والصوم وتحریم الزنا والقتل والسرقة والشرب وکل ما علم قطعًا من دین اللّٰہ فالحق فیها واحد وھو المعلوم والمخالف فیها آثم

ثم ینظر:فان انکرما علم ضرورة من مقصود الشارع کانکار تحریم الخمر والسرقة ووجوب الصلوة والصوم فهوکافر لان ھذا الانکار لا یصدر الا عن مکذب بالشرع وان علم قطعا بطریق النظر،لا بالضرورة

ککون الاجماع حجة وکون القیاس وخبرالواحد حجة وکذلک الفقهیات المعلومة بالاجماع فهی قطعیة فمنکرها لیس بکافر–لکنه آثم مخطیٔ.

فان قیل: کیف حکمتم بان وجوب الصلاة والصوم ضروری ولا یعرف ذلک الا بصدق الرسول وصدق الرسول نظری؟

قلنا: نعنی به ان ایجاب الشارع له معلوم تواترا او ضرورة–اما ان ما اوجبه فذلک نظری یعرف بالنظر فی المعجزة المصدقة ومن ثبت عنده صدقه فلا بد ان یعترف به–فان انکره فذلک لتکذیبه الشارع ومکذبه کافر فلذلک کفرناه به–اما ما عدا من الفقهیات الظنیة التی لیس علیها دلیل قاطع فهو فی محل الاجتهاد فلیس فیها عندنا حق معین ولا اثم علی المجتهد اذا تمم اجتهاده وکان من اهله.

فخرج من هذا ان النظریات قسمان: قطعیة وظنیة–فالمخطیٔ فی القطعیات آثم ولا اثم فی الظنیات اصلا–لا عند من قال: المصیب فیها واحد ولا عند من قال: کل مجتهد مصیب–هذا هو مذهب الجماهیر}

(المستصفٰی ج۲ص۴۰۷–مؤسسة الرسالہ بیروت)

علامہ فضل رسول بدایونی کی وضاحت

قال العلامة البدایونی فی حد علم الکلام: {العلم الباحث عن جملة ذلک یسمی بعلم الکلام والعقائد والتوحید–عَرَّفُوْهُ بِاَنَّهُ الْعِلْمُ بالعقائد الدینیة عن الادلة الیقینیة}(المعتقد المنتقد ص۱۴–المجمع الاسلامی مبارک پور)

{ومسائله القضایا النظریة الشرعیة الاعتقادیة–وما یُقَالُ لِبَعْضِهَا اَنَّهَا

من ضروریات الدین فَمَعْنَاهُ اَنَّه اِشْتَرَکَ فی معرفة اضافته الی الدین خواص اهل الدین وعوامهم مع عدم قبول التشکلیک،فساغ علی ادراکها اطلاق الضرورة بطریق المشابهة،لا لالتحاقه بالضروریات،کذا قال اللاقانی

والاحکام الشرعیة کلها نظریة بحسب الاصل اذ لا تثبت الا بعد ثبوت النبوة وهی لا تثبت الا بعد العلم بالمعجزة وهو نظری-کذا قال النابلسی-وغایته:احکام الایمان والتصدیق بالاحکام الشرعیة}

(المعتقد المنتقد ص۱۵-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح:ضروریات دینیہ اورضروریات منطقیہ دونوں کامفہوم ایک نہیں ہے۔مناطقہ کے یہاں ضروری اور بدیہی وہ امر ہے جس کا ادراک نظر وکسب پر موقوف نہ ہو،اورضروریات دینیہ سے وہ امورمراد ہیں جوقطعی بالمعنی الاخص طور پرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوں،اور چوں کہ مومنین کے یہاں قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق اورنفس الامر کےمطابق ہوتا ہے،اس لیےاس قول نبوی میں جوامر بیان کیا جائے ،اس کا یقین بدیہی انہیں حاصل ہوجا تا ہے۔اس یقین کاحصول نظرواستدلال پرموقوف نہیں ہوتا۔

قول نبوی کوجس صحابی نے اپنے کانوں سے سنا،ان کے لیےبھی قول نبوی کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہے۔اسی طرح جس کوقول نبوی خبرمتواتر کے ذریعہ حاصل ہوا تو قول نبوی کاثبوت اس کےحق میں بھی قطعی بالمعنی الاخص ہوگیا۔

چوں کہ مومنین اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر بات کو سچی اوریقینی وقطعی تسلیم کرتے ہیں تواس قول میں بیان کردہ دینی امر کا سچ اورقطعی ویقینی ہونا مومنین کے لیےبغیرنظر وکسب کے حاصل ہوجا تا ہے۔ہاں،غیرمومنین کوحصول یقین کے لیےنظروکسب کی ضرورت

ہوگی۔

امام احمد رضا قادری کی وضاحت

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:{فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام-اقول: المراد العوام الذین لهم شغل بالدین واختلاط بعلمائه-والا فکثیر من جهلة الاعراب لا سیما فی الهند والشرق لا یعرفون کثیرًا من الضروریات.

لا بمعنٰی اَنَّهُمْ لَهَا منکرون بل هم عنها غافلون-فشتان ما عدم المعرفة ومعرفة العدم-وان کان جهلًا مرکبًا فلا تجهل.

والتحقیق عندی ان الضرورة هٰهنا بمعنی البداهة-وقد تقرر ان البداهة والنظریة تختلف باختلاف الناس -فرب مسألة نظریة مبنیة علٰی نظریة اُخْرٰی-اذا تَبَیَّنَ الْمَبْنٰی عند قوم حَتّٰی صَارَ اَصْلًا مُقَرَّرًا وَعِلْمًا ظَاهِرًا - فَالْاُخْرٰی التی لم تکن تحتاج فی ظهورها الا اِلٰی ظُهُوْرِ الْاُوْلٰی-تلتحق عندهم بالضروریا ت وان کانت نظریةً فی نفسها.

اَلَا تری ان کل قوس لم تبلغ ربعًا تاما من اربعة اربا ع الدور وجود کل من القاطع والظل الاول لها بدیهی عند المهندس لا یحتا ج اصلًا الی اعمال نظر وتحریک فکر بعد ملاحظة المصادرة المشهورة المسلمة المقررة-وان کان هو والمصادرة کلاهما نظریین فی انفسهما-هکذا حال ضروریات الدین} (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ٦ - رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ دینی مسائل جن کو عوام وخواص سب جانتے ہوں۔اقول: عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینی مسائل سے ذوق وشغل رکھتے ہوں

اور علما کی صحبت سے فیض یاب ہوں، ورنہ بہت سے اعرابی جاہل خصوصاً ہندوستان اور مشرق میں ایسے ہیں جو بہت میں ایسے ہیں جو بہت سے ضروریات دین سے آشنا نہیں۔اس معنی میں نہیں کہ ضروریات دین کے منکر ہیں، بلکہ وہ ان سے غافل ہیں۔ بڑا فرق ہے عدم علم اور علم عدم میں۔خواہ یہ جہل مرکب ہی ہو تو اس فرق سے بے خبری نہ رہے۔

اور میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ ضرورت یہاں بداہت کے معنی میں ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ مختلف لوگوں کے اعتبار سے بداہت ونظریت بھی مختلف ہوتی ہے۔ بہت سے نظری مسائل کی بنیاد کسی اور نظری پر ہوتی ہے۔اگر وہ بنیاد کسی طبقہ کے نزدیک روشن وواضح ہو کر ایک مقررہ قاعدہ اور واضح علم کی حیثیت اختیار کر لے تو دوسرا مسئلہ جس کے واضح ہونے کے لیے بس اسی پہلے مسئلہ کے واضح ہونے کی ضرورت تھی، اس طبقہ کے نزدیک ضروریات کی صف میں آجاتا ہے،اگر چہ وہ بذات خود نظری تھا۔

دیکھو! ہندسہ داں (جیومیٹری والے) کے نزدیک یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ ہر وہ قوس جو دور کے چار ربع میں سے ایک کامل ربع کے برابر نہ پہنچے،اس کے لیے قاطع اور ظل اول ہونا ضروری ہے۔اس میں کسی نظر کے استعمال اور فکر کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں، جب کہ مشہور مسلم مقرر مصادرہ ملحوظ ہو،اگر چہ یہ کلیہ اور وہ مصادرہ بذات خود دونوں نظری ہیں ۔یہی حال ضروریات دین کا ہے۔

توضیح: ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں، لیکن مومنین کے لیے بدیہی ہو گئے اور غیر مومنین کے لیے نظری ہیں، کیوں کہ ضروریات کے بدیہی ہونے کی بنیاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو تسلیم کر لینا ہے۔

جب مومنین نے رسالت ونبوت کو تسلیم کر لیا تو ضروریات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی ہو گئیں اور غیر مومنین کے لیے نظری باقی رہیں۔

ضروریات دین کا بدیہی ہونا اورعوام وخواص کا ان سے واقف ہونا، یہ ضروریات دین کے لیے دووصف غیرلازم ہیں۔

وصف کے ختم ہونے سے اصل شیٔ کا ختم ہونالازم نہیں آتا،مثلاً انسان کا وصف بولنا،سننا، دیکھنا ہے۔پتھر میں یہ اوصاف نہیں ہیں،لیکن اندھاانسان دیکھتا نہیں،بہراآدمی سنتا نہیں،گونگا بولتا نہیں تو اگر کوئی نہ دیکھ سکے،نہ سن سکے،نہ بول سکے،یعنی اندھا،بہرا،گونگا ہوتو وہ پتھر نہیں ہوجائے گا،کیوں کہ وصف کے معدوم ہونے سے شیٔ کی حقیقت معدوم نہیں ہوتی ہے۔عوام وخواص اگرکسی ضروری دینی سے ناآشنا ہوں تواس کا ضروری دینی ہونا ختم نہیں ہوجاتا ہے۔

ہاں،کسی ضروری دینی کا منکر کافراسی وقت قرار دیا جائے گا،جب وہ اس سے واقف ہو۔لاعلمی کی صورت میں انکار کے سبب کافر نہیں ہوگا،لیکن جب اسے بتا دیا جائے اور وہ اس کے نزدیک متواتر ہوجائے تواب انکارکرنا کفر ہوگا۔اب اسے اس امر کوتسلیم کرنا ہوگا۔

قال الهيتمی فی جواب سوال عن ضروريات الدين: {وقوله فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة ؟ جوابه انه قد سبق ضابطه–وهو ان يكون قطعيًا مشهورًا بحيث لايخفٰی علی العامة المخالطين للعلماء–بان يعرفوهُ بداهةً من غيرافتقار الٰی نظرواستدلال–ولذلک مُثُلٌ.

منها فی الاعتقادی وحدانية اللّٰه تَعَالٰی وتفرده بالالوهية و تنزهه عن الشريک وسمات الحادثات کالالوان–وتفرده باستحقاق العبودية عَلَی الْعٰلَمِيْنَ وبايجاد الخلق وحياته وعلمه وقدرته وارادته وانزاله الکتب وارساله للرسل–وان لَهٗ عِبَادًا مکرمين وهم الملائکة–وانه يحيی الموتٰی ويحشرهم الٰی دار الثواب والعقاب.

وان المؤمنين مخلدون فی الجنة والکافرين مخلدون فی النار–و

ان العالم حادث وانه تَعَالٰی محیط بالجزئیات کا لکلیات وغیرذلک من کل خبرنَصَّ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ نَصًّا لَایحتمل التاویل–او اجمعت الامة علٰی ان ذلک هو معناه عُلِمَ من الدین بالضرورة.

ومنها فی العملی وجوب الوضوء والغسل من الجنابة والتیمم وانتقاض الطهارة بِنَحْوِ الْبَوْل وحصول الجنابة بنحو الجماع والحیض–ووجوب الصلٰوة الخمس وعدد رکعاتها ووجوب نحو الرکوع والسجود فیها–وبطلانها بتعمد نحو الحدث–ووجوب الجمعة بشروطها–ووجوب الزکاة فی الانعام والزرع والنقود–الخ}

(الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۲-دارالفکر بیروت)

ضروریات دین کی تعریف میں اجماع سے کیا مراد ہے؟

ضروریات دین کی تعریف میں اجماع کے لفظ سے بعض کوشبہہ ہوا۔یہ اجماع شرعی نہیں ہے، بلکہ اجماع متصل ہے۔اجماع متصل سے مراد اشتراک فی العقیدہ ہے۔کسی امر پر اجماع متصل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس امر کے اعتقاد میں خواص وعوام تمام مومنین شریک ہیں،اور ہر عام وخاص مومن اس کے اعتقاد پر متفق ومجمع ہیں۔اجمالی علم کے وقت اجمالی طور پر تصدیق ضروری ہے اور تفصیلی علم کے وقت تفصیلی طور پر تصدیق ضروری ہے۔

اگر کوئی کسی ضروری دینی سے انحراف کرے تو یہ ضروری دینی باطل نہیں ہوگا، بلکہ وہ منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔اسی طرح کفر کلامی کو کفر ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔وہ کفر اہل اسلام کے درمیان اجماعی ہوتا ہے۔جو اس کا انکار کرے،وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔کسی کے انکار سے حکم کفر میں نہ تخفیف ہوگی،نہ حکم کفر ختم ہو سکے گا۔

ضروریات دین کی تعریفات خمسہ میں حدتام ورسم تام کاتعین

ضروریات دین کی پانچ تعریفات ماقبل میں مرقوم ہوئیں۔ارباب علم وفضل اس حقیقت سے واقف وآشنا ہیں کہ علوم وفنون اورامور اصطلاحیہ کی حد حقیقی نہیں ہوتی ، کیوں کہ وہ موجودات حقیقیہ میں سے نہیں ہیں۔علوم وفنون اوراصطلاحی امور کو ماہیات اعتبار یہ تصور کر کے ان کی تعریف بالحد کی جاتی ہے۔اسی اعتبار سے ان کے لیے جنس وفصل کا تعین کیا جاتا ہے۔دراصل وہ تعریف بالرسم ہوتی ہے۔مسلم الثبوت (مقدمہ)،فواتح الرحموت (جلداول ص۱۴)اورمناظرہ رشیدیہ(ص۱۲-۱۳) میں اس کی تفصیلی بحث مرقوم ہے۔

ایک ماہیت کی ایک ہی حدتام ہوگی، کیوں کہ ایک ماہیت کی ایک ہی فصل قریب ہوتی ہے،لیکن ایک ماہیت کی متعدد رسم تام ہوسکتی ہے، کیوں کہ ایک ماہیت کے لیے متعدد خاصہ ہوسکتے ہیں اور متعدد خاصوں کے سبب متعدد رسم تام ہوسکتی ہے۔

اسی طرح حد ناقص اور رسم ناقص بھی متعدد ہوسکتی ہے۔حد ناقص اور رسم ناقص جنس بعید سے مرکب ہوتی ہے اور ایک ماہیت کی متعدد جنس بعید ہوسکتی ہے۔صرف جنس الاجناس یعنی جنس عالی کی جنس نہیں ہوتی ہے۔نہ قریب، نہ بعید۔وہ مصدر ومرجع ہوتی ہے جیسے موجود۔

کسی جنس بعید کے ساتھ خاصہ کومرکب کیا جائے تو رسم ناقص ہوجائے گی۔اس طرح ایک خاصہ کے باوجود متعدد رسم ناقص ہوسکتی ہے۔اسی طرح کسی جنس بعید کے ساتھ فصل قریب کومرکب کیا جائے تو حدناقص ہوجائے گی۔اس طرح ایک فصل قریب کے باوجود متعدد حد ناقص ہوسکتی ہے۔اسی طرح اگر صرف خاصہ سے تعریف ہوتو وہ رسم ناقص ہے ،اورصرف فصل قریب سے تعریف ہوتو وہ حد ناقص ہے۔

الحاصل ایک ماہیت کی حد ناقص ،رسم تام اور رسم ناقص متعدد ہوسکتی ہے،لیکن حد تام صرف ایک ہوگی۔

موجودکوجنس الاجناس تسلیم کیا جاتا ہے۔موجود(ممکن الوجود) کے دوفرد ہیں۔جوہر اورعرض۔جوہر کے دوفرد ہیں:جسم مطلق اور جوہرغیرجسم۔جسم مطلق کے دوفرد ہیں:جسم نامی اورجسم غیرنامی۔جسم نامی کے دوفرد ہیں:حساس متحرک بالارادہ اورغیرحساس وغیرمتحرک بالارادہ۔حساس متحرک بالارادہ حیوان ہےاورحیوان کی بہت سی نوع ہیں۔

انسان بھی حیوان کی ایک نوع ہے۔انسان کے علاوہ دیگر تمام حیوانات،مثلاً شیر ،ہاتھی ،اونٹ ،گھوڑاوغیرہ بھی حیوان کی نوع ہیں۔ایک جنس کے ماتحت بہت سی مختلف الحقائق انواع ہوسکتی ہیں۔

حیوان کی انواع میں سے پانچ نوع کی تعریف یعنی حدتام کا بیان منطق کی کتابوں میں ملتا ہے۔وہ مندرجہ ذیل ہے۔

حیوان ناطق(انسان)،حیوان مفترس(شیر)،حیوان صاہل(گھوڑا)،حیوان ناہق (گدھا)،حیوان نابح(کتا)۔

آئندہ بحث میں منطقی اصطلاحات کا استعمال ہواہے،اس لیے آسانی کی خاطر چنداصطلاحات کی تعریف رقم کردی جاتی ہے۔

منطقی اصطلاحات اورکلیات خمسہ کی تعریفات

حدورسم کی تعریف

(۱)حدتام وہ تعریف ہے جوجنس قریب اورفصل قریب سے مرکب ہو،جیسے انسان کے لیے’’حیوان ناطق‘‘حدتام ہے۔

(۲)حدناقص وہ تعریف ہے جوجنس بعیداورفصل قریب سے مرکب ہو،یاصرف فصل قریب سے تعریف کی جائے،جیسےانسان کی تعریف’’جسم نامی ناطق‘‘یاصرف’’ناطق‘‘سے

کی جائے تو یہ دونوں تعریفیں حد ناقص ہیں۔

(۳) رسم تام وہ تعریف ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو، جیسے انسان کے لیے ''حیوان ضاحک'' رسم تام ہے۔

(۴) رسم ناقص وہ تعریف ہے جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو، یا صرف خاصہ سے تعریف کی جائے، جیسے انسان کی تعریف ''جسم نامی ضاحک'' یا صرف ''ضاحک'' سے کی جائے تو یہ دونوں تعریفیں رسم ناقص ہیں۔

کلیات خمسہ کی تعریفات

(۱) جنس وہ کلی ہے جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر ''ما ہو'' کے جواب میں بولی جائے، جیسے حیوان۔ یہ انسان کے لیے جنس قریب ہے، اور اس کے افراد یعنی ہاتھی، گھوڑا، شیر، انسان وغیرہ مختلف الحقائق ہیں کہ سب کی حقیقت اور ماہیت الگ الگ ہے۔

(۲) فصل وہ کلی ہے جو ''ای شئ ہو فی ذاتہ'' کے جواب میں بولی جائے۔ اس کی دو قسمیں: (الف) فصل قریب (ب) فصل بعید۔

(الف) فصل قریب وہ کلی ہے جو ماہیت کو جنس قریب میں اس کے مشارکین سے ممتاز کر دے، جیسے ''ناطق'' انسان کے لیے۔

انسان کی جنس قریب یعنی حیوان میں جو کلیات شریک ہیں، وہ تمام کلیات و ماہیات ''ناطق'' کے سبب انسان سے جدا ہو جاتی ہیں، جیسے ہاتھی، گھوڑا، شیر، اونٹ وغیرہ۔ یہ حیوانات ''ناطق'' نہیں ہیں اور انسان ''ناطق'' ہے۔

انسان کے علاوہ حیوان کے افراد میں سے کوئی فرد بھی ''ناطق'' نہیں ہے، پس ''ناطق'' کے ذریعہ انسان، حیوان کے دیگر تمام افراد سے ممتاز اور جدا ہو گیا۔

(ب) فصل بعید وہ کلی ہے جو ماہیت کو جنس بعید میں اس کے مشارکین سے ممتاز کر

دے، جیسے''حساس''انسان کے لیے۔

انسان کی جنس بعید یعنی جسم نامی میں جوکلیات شریک ہیں، وہ تمام کلیات وماہیات ''حساس'' کے سبب انسان سے جدا ہوجاتی ہیں، جیسے درخت وغیرہ۔جسم نامی کے افراد میں سے درخت''حساس''نہیں ہےاورانسان''حساس'' ہے۔

فصل بعید کے ذریعہ جنس قریب کے مشارکین سے امتیاز نہیں ہوگا، جیسے انسان کی جنس قریب یعنی حیوان میں شیر، ہاتھی، اونٹ، گھوڑا وغیرہ شریک ہیں توانسان کی فصل بعید یعنی''حساس'' کے ذریعہ جنس قریب کے مشارکین سے فرق وامتیاز نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ کلیات وماہیات بھی''حساس''ہیں۔فصل بعید کے ذریعہ صرف جنس بعید کے مشارکین سے فرق وامتیاز حاصل ہوتا ہے۔

(۳)نوع وہ کلی ہے جوکثیرین متفقین بالحقائق پر''ماہو'' کے جواب میں بولی جائے ، جیسے''انسان''نوع ہے۔یہ انسان کے تمام افراد پر''ماہو'' کے جواب میں بولا جاتا ہے۔ جب سوال ہوکہ زید کیا ہے؟(زید ماہو؟)توجواب ہوگا:انسان۔انسان کے تمام افراد حقیقت میں متفق ہیں۔مناطقہ کے اعتبار سے تمام افراد انسانی کی حقیقت''حیوان ناطق '' ہے۔اہل اسلام کے یہاں یہ تعریف مقبول نہیں۔

(۴)خاصہ وہ کلی ہے جوافراد کی حقیقت سے خارج ہو،اورایک ہی کلی کے افراد کے ساتھ خاص ہو، جیسے''ضاحک''انسان کے لیے خاصہ ہے۔

انسان کے علاوہ کسی دوسری کلی کے افراد میں ضحک (ہنسنے) کا وصف نہیں پایا جاتا ہے، پس یہ وصف انسان کے ساتھ خاص ہوا۔

(۵)عرض عام وہ کلی ہے جوافراد کی حقیقت سے خارج ہو،اورمتعدد کلیات کے افراد میں پایا جائے، جیسے''ماشی''انسان کے لیے عرض عام ہے، کیوں کہ انسان کے علاوہ حیوان

میں شریک دیگر کلیات وماہیات کے افراد میں بھی مشی (چلنے) کا وصف پایا جاتا ہے۔

کلی کی دو قسمیں ہیں: (۱) کلی ذاتی (۲) کلی عرضی

(۱) کلی ذاتی وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو۔کلیات خمسہ میں سے جنس اور فصل کلی ذاتی ہیں۔

(۲) کلی عرضی وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو۔کلیات خمسہ میں سے خاصہ اور عرض عام کلی عرضی ہیں۔

(۳) نوع اپنے افراد کی حقیقت میں نہ داخل ہوتی ہے، نہ خارج ہوتی ہے، بلکہ اپنے افراد کا عین ماہیت ہوتی ہے، جیسے ''انسان'' حیوان ناطق کا عین ہے۔

جو انسان ہے، وہی حیوان ناطق ہے اور جو حیوان ناطق ہے، وہی انسان ہے، پس انسان اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہے۔ یہ نہ اپنے افراد کی حقیقت میں داخل (حقیقت کا جز) ہے، نہ خارج ہے، بلکہ عین ماہیت وعین حقیقت ہے۔

ضروری دینی کی تعریفات خمسہ، اور ضروری دینی کا تعین

ضروری دینی کی ایک تعریف حدی (حد تام) ہے اور باقی تعریفات رسمی ہیں۔

تعریفات خمسہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

(۲) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

(۳) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ (اجماعی) ہو۔

(۴) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور علما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

(۵) ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو (مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔ حاضر دربار رسالت کے لیے وہ امر دینی، ضروری دینی ہے جو اس کے لیے حواس ظاہرہ کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو، یعنی جو قول نبوی حاسہ سمع سے اور جو فعل نبوی حاسہ بصر سے اس کے لیے ثابت ہو۔ حواس ظاہرہ سے ثابت ہونے والا علم قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

غیر حاضر کے واسطے وہ امر دینی، ضروری دینی ہے جو اس کے لیے خبر متواتر کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہو، یعنی جو قول نبوی اور فعل نبوی تواتر کے ساتھ اس کے لیے ثابت ہو۔ یہاں حواس ظاہرہ کی جگہ خبر متواتر ہے۔

خبر متواتر سے ثابت ہونے والا علم قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ الحاصل جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔ خواہ اس کے ثبوت کا ذریعہ حواس ظاہرہ (حاسہ سمع وبصر) ہوں، یا خبر متواتر ہو۔

اگر صرف نظم کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو نظم ضروریات دین میں سے ہوگی، جیسے آیات متشابہات ودیگر تمام غیر مفسر آیات طیبہ۔ اگر صرف معنی کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو صرف معنی ضروریات دین میں سے ہوگا، جیسے پانچ نمازیں اور تعداد رکعات کا مفہوم۔

جو احادیث طیبہ نمازوں اور رکعتوں کی تعداد کو بتاتی ہیں، وہ خبر واحد ہیں، وہ الفاظ قطعی بالمعنی الاخص نہیں۔ اگر نظم ومعنی دونوں کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو نظم ومعنی دونوں ضروریات دین میں سے ہیں، جیسے قرآن مقدس کی مفسر آیات طیبہ، اوران کے معانی۔

الحاصل جو دینی امر حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔خواہ وہ لفظ ہو، یا معنی۔

نظم مفسر اپنے مفہوم پر قطعی بالمعنی الاخص طور پر دلالت کرتی ہے۔کبھی نظم قرآنی خود مفسر ہوتی ہے،اور کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان قطعی کے سبب مفسر ہو جاتی ہے۔یہ دونوں مفسر ہیں اور اپنے مفہوم پر دلالت میں قطعی بالمعنی الاخص ہیں۔

تعریفات اربعہ تعریف بالرسم کیوں؟

پہلی تعریف حد تام ہے۔دیگر تعریفات رسم تام ہیں۔رسم تام وہ تعریف ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو۔

(۱)تعریف اول:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

ضروری دینی کے لیے امر دینی ہونا جنس قریب ہے،اور قطعی بالمعنی الاخص ہونا فصل قریب ہے،پس پہلی تعریف حد تام ہے۔قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہے،اس کی تفصیل تعریف اول کے تجزیہ میں مرقوم ہے۔

(۲)تعریف دوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

ضروری دینی کا متواتر ہونا اس کے لیے خاصہ ہے،کیوں کہ ضروری دینی کے علاوہ کوئی دینی امر متواتر نہیں ہوتا۔

(۳)تعریف سوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ (اجماعی) ہو۔

ضروری دینی کا اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ (اجماعی) ہونا اس کے لیے خاصہ ہے، کیوں کہ ضروری دینی کے علاوہ کوئی دینی امر عہد رسالت سے اجماعی نہیں ہوتا۔فقہا ومجتہدین کے اجماعی مسائل تمام اہل اسلام کے درمیان اجماعی نہیں ہوتے، بلکہ اہل سنت وجماعت کے یہاں اجماعی ہوتے ہیں۔

اہل سنت کے علاوہ دیگر گمراہ فرقے اسے تسلیم نہیں کرتے، جب کہ ضروریات دین کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں۔ جو کلمہ گو فرقہ کسی ضروری دینی کو نہ مانے، وہ اسلام سے خارج ہے، نہ کہ گمراہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجتہدین وفقہا کے اجماعی مسائل عہد رسالت سے اجماعی نہیں ہوسکتے، بلکہ مجتہدین کے اجماع کے بعد اجماعی ہوں گے۔عہد رسالت میں اجماع کی نہ ضرورت تھی، نہ ہی اجماع کی اجازت تھی۔اس وقت دینی امور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیے جاتے تھے۔اگر کوئی صحابی بہت دور میں ہوتے اور مجتہد ہوتے تو اجتہاد کا حکم تھا، ورنہ اہل علم سے سوال کا حکم تھا۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ جس امر پر اجماع متصل ہوتا ہے، وہ امر دینی،قول نبوی یا فعل نبوی سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ مجتہد کے اجتہاد سے، پس ایسا اجماعی ہونا ضروریات دین کا خاصہ ہے۔کسی دوسرے امر دینی میں یہ وصف نہیں پایا جاتا۔

(۴) تعریف چہارم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور علما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

ضروری دینی کا اس طرح ہونا کہ خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام کو بلا نظر واستدلال اس کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوسکے، یہ ضروری دینی کا خاصہ ہے، کیوں کہ ضروری دینی کے علاوہ دیگر امور دینیہ کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں ہوسکتا۔

جب وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہی نہیں ہوتے تو اس کا یقین بالمعنی الاخص کیسے حاصل ہو جائے گا کہ اس کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

ہاں ، عام وخاص اور صحبت یافتہ اور غیر صحبت یافتہ سب کو اس بات کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ مذہب اسلام کا ہے، لیکن وہ مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے، یا غیر قطعی؟ اس کا علم سب کو نہیں ہوتا۔

خواص اور خواص کے صحبت یافتگان کو معلوم ہوتا ہے کہ جو امر دینی قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت مقدسہ، یا قطعی الدلالت حدیث متواتر سے ثابت ہو، یا جو امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو تو وہ دینی امر ضروری دینی اور اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے تو مثلاً جب اس کو معلوم ہو جائے کہ فلاں دینی مسئلہ قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت طیبہ سے ثابت ہے تو اس کو بلا نظر واستدلال اس بات کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہے، اور اس میں اس کو کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں ہوتا۔

جو مومنین علما کے صحبت یافتہ نہ ہوں اور ان کو معلوم نہ ہو کہ دین کا کون سا مسئلہ قطعی ہوتا ہے اور کون سا مسئلہ ظنی ہوتا ہے تو اسے یہ بتا بھی دیا جائے کہ یہ مسئلہ قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت مقدسہ سے ثابت ہے تو بھی اسے معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ مسئلہ دین کا قطعی مسئلہ ہے، یا ظنی مسئلہ، بلکہ وہ لوگ قطعی اور ظنی کو بھی نہیں سمجھتے۔

ہاں، یہ لوگ تمام دینی مسائل کو صحیح مانتے ہیں۔ کسی امر دینی کا انکار نہیں کرتے، نہ کسی ظنی کو قطعی یا کسی قطعی کو ظنی کہتے ہیں تو شرعی اعتبار سے ان پر کوئی الزام نہیں۔ ان کے حق میں اجمالی تصدیق کافی ہے اور اجمالی علم کے وقت اجمالی تصدیق ہی ضروری ہے۔ جب ان کو تفصیل سے علم ہو جائے کہ یہ قطعی مسئلہ ہے، پھر اس کو وہ ظنی کہے تو اعتراض وارد ہوگا۔

الحاصل یہاں دوامر ہیں:(۱)کسی امر کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ یہ مذہب اسلام کا مسئلہ ہے۔(۲)کسی امر کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ یہ دینی مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے یا ظنی۔ یہ دونوں الگ امر ہیں۔علما کواور علما کے صحبت یافتگان کو اتنا علم ہوجاتا ہے کہ وہ دینی مسائل میں قطعی اور ظنی کا فرق کرسکیں اور غیر صحبت یافتگان کو اس قدر علم وشعور نہیں ہوتا۔جب علما اوران کے صحبت یافتگان قطعی اور ظنی میں فرق کر لیتے ہیں تو ضروری دینی کی قطعیت کا علم یقینی انہیں حاصل ہوجاتا ہے۔

غیر صحبت یافتہ کو اس فرق کا علم نہیں ہوتا۔وہ امور دینیہ کی اجمالی تصدیق کرتے ہیں۔ جن کا تفصیلی علم ہے،اس کی تفصیلی تصدیق کرتے ہیں۔عدم علم کی صورت میں اجمالی تصدیق کافی ہے۔عام مومنین قطعی اور ظنی ،ضروری دینی اور غیر ضروری دینی میں فرق نہیں کرسکتے۔ انہیں اس قدر علم نہیں ،لہٰذا وہ معذور ہیں۔

ضروری دینی کی تعریف میں جو کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو علما اور علما کے صحبت یافتگان جانتے ہوں،اس کا یہی مفہوم ہے، جو بیان ہوا کہ صحبت یافتگان ضروری وغیر ضروری میں فرق کر لیتے ہیں۔ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون سا دینی مسئلہ ضروریات دین میں سے ہوگا اورکون سا مسئلہ ضروریات سے خارج ہوگا۔

جب علما اور صحبت یافتگان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے تو بلانظر واستدلال ان کو اس مسئلہ کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجاتا ہے۔

اگر تعریف چہارم میں ضروریات دین کا محض جاننا مراد ہوتو علما کے غیر صحبت یافتگان مومنین بھی بہت سی ضروریات وغیر ضروریات کو جانتے اور مانتے ہیں، پھر علما اور جہلا ،صحبت یافتگان اور غیر صحبت یافتگان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

محض یہ فرق ہوگا کہ علما اوران کے صحبت یافتہ مومنین زیادہ مسائل کو جانتے ہیں اور

جہلا اور غیر صحبت یافتگان کچھ کم مسائل جانتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ علما اور علما کے صحبت یافتگان تمام ضروریات دین کو بالفعل جانتے ہیں تو یہ قول باطل ہے۔اس کا بطلان رسالہ یازدہم: باب اول میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔تمام ضروریات دین کا علم محال ہے، کیوں کہ سب کی تفصیل نہیں بیان کی گئی۔ بہت سے امور کا اجمالی ذکر ہوا۔ایسے امور پر اجمالی ایمان کافی ہے۔ تمام بیان کردہ ضروریات دین کا تفصیلی علم بھی مشکل ہے۔

تمام ضروریات دین کسی کتاب میں جمع نہیں کہ اس کو پڑھ کر تمام ضروریات دین کا علم حاصل ہو جائے۔ضروریات دین میں بے شمار امور عقلیات میں سے ہیں،جن کا احاطہ بہت مشکل ہے،ایسی صورت میں تمام ضروریات دین کے علم کا دعویٰ کیوں کر قبول ہوسکتا ہے۔

صحبت یافتگان کو درکنار کر دیں۔علمائے کرام ہی ضروریات دین کی ایک جامع فہرست تیار کر دیں تو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے صحبت یافتگان بھی تمام ضروریات دین پر مطلع ہو سکتے ہیں۔غیر معلوم ضروریات دین کی اجمالی تصدیق ایمان کے لیے کافی ہے،اسی اجمالی تصدیق کے سبب تمام مومنین مومن ہیں۔ نہ تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم ہمیں حاصل ہے، نہ ہی بلا علم ہم پر تفصیلی تصدیق فرض ہے۔

جب تفصیلی علم ہوگا ،تب تفصیلی تصدیق فرض ہوگی۔ جب تک اجمالی علم ہے، اجمالی تصدیق کافی ہے اور ہم بحمدہ تعالیٰ مومن ہیں۔

ایک تشریح یہ ہوسکتی ہے کہ علما اور ان کے صحبت یافتگان بہت سی ضروریات دین کو بالفعل جانتے ہیں، اور یہی تعریف چہارم میں مراد ہے تو یہ ضروریات دین کا خاصہ نہیں ہوگا، کیوں کہ علما اور ان کے صحبت یافتگان امور دینیہ میں بہت سے ایسے مسائل دینیہ کو بھی جانتے ہیں جو ضروریات دین میں سے نہیں ہیں ،جیسے ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی

الاعم مسائل دینیہ)اور فقہی ظنی واجتہادی مسائل (ظنی مسائل دینیہ)، پس خواص اور صحبت یافتگان کا بہت سی ضروریات دین کو جاننا ضروریات دین کے لیے خاصہ نہیں ہوگا، بلکہ عرض عام ہوگا اور یہ تعریف رسم تام نہیں، بلکہ رسم ناقص ہوگی۔

ہماری تشریح یہ ہے کہ یہاں عوام وخواص کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ عوام وخواص کو بلانظر واستدلال ضروری دینی کا علم یقینی بدیہی حاصل ہو سکے۔نظر واستدلال کے سبب جن امور دینیہ کا یقین حاصل ہوتا ہے، وہ یقین نظری ہے۔ایسے امور کو نظریات دین کہا جاتا ہے۔ یہ ضروریات دین کی قسم دوم ہے۔ان امور کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے۔

مذہب اسلام کی طرف نسبت کا یقینی ہونا اور امر دینی کا یقینی ہونا دوامر

مذکورہ بالا بحث میں بتایا گیا کہ علما کے غیر صحبت یافتگان اور جاہل مسلمانوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ مذہب اسلام کا ہے، یعنی اس مسئلہ کی نسبت مذہب اسلام کی طرف قطعی ہے۔اب وہ مسئلہ فی نفسہ قطعی ہے یا ظنی ۔ یہ عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا۔اسی طرح بعض گڑھے ہوئے مسائل بھی عوام کے درمیان مشہور ہوتے ہیں۔جاہل مسلمان ایسے مسائل کے بارے میں بھی یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ دین اسلام کا مسئلہ ہے، لیکن یہ یقین نہیں۔اس کو جہل مرکب کہا جاتا ہے۔یہاں جاہل سے وہ مراد ہے جو شرعی علوم سے ناواقف ہو۔

جس طرح عام مسلمانوں کو دینی مسائل کے دینی ہونے کا یقین ہوتا ہے، اور فی نفسہ اس مسئلہ کے قطعی یا ظنی ہونے کا علم نہیں ہوتا۔یہی صورت اجتہادی مسائل کی ہے۔اجتہادی مسائل کی نسبت حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف یقینی ہوتی ہیں، لیکن ان میں سے کون سا مسئلہ عنداللہ حق ہے اور کون سا مسئلہ صحت کو نہ پاسکا، اس کا علم نہ خود مجتہد کو ہوتا ہے، نہ ان کے مقلدین کو۔

مجتہد اپنے اصول وقوانین کی روشنی میں اجتہاد کرتا ہے اور تمام مسائل اصول کی روشنی

میں حق اور صحیح ہوتے ہیں، لیکن عند اللہ تمام حق ہوں، ایسا نہیں ہوسکتا۔ایک ہی امر کو بعض مجتہد جائز اور بعض ناجائز بتاتے ہیں اور ایک ہی امر عند اللہ جائز اور ناجائز بھی نہیں ہوسکتا، ورنہ جواز وعدم جواز کا اجتماع لازم آئے گا، حالاں کہ اجتماع متضادین محال ہے۔

ہاں، جس مجتہد کا اجتہاد حق کو نہ پا سکا، وہ بھی اپنی محنت ومشقت اور خلوص نیت کے سبب ایک اجر کے مستحق ہیں۔اگر ان کا اجتہاد صحت کو پالیا تو دو اجر کے مستحق ہوں گے۔

الحاصل یہاں ہمیں صرف یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فلاں مجتہد کا استخراج کردہ ہے۔

عند اللہ حق ہے، یا نہیں۔نہ اس کا علم ہوتا ہے، نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔یہ سب ظنی مسائل ہیں۔ہر مقلد کو اپنے مجتہد کے قول پر عمل کا حکم ہے۔

قال الملا احمد جیون:((ان المجتهد یخطئ ویصیب–والحق فی موضع الخلاف واحد)ولکن لا یعلم ذلک الواحد بالیقین–فلهذا قلنا بحقیة المذاهب الاربعة) (نور الانوار جلد دوم ص۳۰۰-دار الکتب العلمیہ بیروت)

قال الملا احمد جیون:((وقالت المعتزلة:کل مجتهد مصیب–والحق فی موضع الخلاف متعدد) ای فی علم اللّٰہ تعالٰی–وهذا باطل ،لان منهم من یعتقد حرمة شیء–منهم من یعتقد حله وکیف یجتمعان فی الواقع وفی نفس الامر) (نور الانوار جلد دوم ص۳۰۰-دار الکتب العلمیہ بیروت)

قال الملا احمد جیون:((والمختار انه مصیب ابتداءً مخطئ انتهاءً) لانه اتی بما کلف به فی ترتیب المقدمات وبذل جهده فیها–فکان مصیبًا فیه–وان اخطأ فی آخر الامر وعاقبة الحال–فکان معذورًا،بل ماجورًا–لان المخطئ له اجر–والمصیب له اجران)

(نور الانوار جلد دوم ص۳۰۳-دار الکتب العلمیہ بیروت)

توضیح: جس طرح اجتہادی مسائل میں صرف ہمیں اتنا علم ویقین ہوتا ہے کہ یہ فلاں مجتہد کا بیان کردہ مسئلہ ہے۔ اسی طرح جاہل مسلمانوں کو اتنا علم ویقین ہوتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ قطعی ہے یا ظنی ۔ یہ اسے معلوم نہیں ، جیسے اجتہادی مسائل میں ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کون سا مسئلہ عنداللہ حق ہے،اور کون سا مسئلہ صحت وحقانیت کو نہ پا سکا۔

سوال: جب جاہل آدمی کو ہر مسئلہ کا یقین ہوتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ ہے تو کسی بھی دینی مسئلہ کے انکار پر اس پر حکم کفر عائد ہونا چاہئے ، کیوں کہ علم یقینی کے بعد انکار سے حکم کفر عائد ہوتا ہے ،گر چہ وہ مسئلہ یقینی نہ ہو، بلکہ باطل ہو، جیسے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے انکار کیا تو منکر پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔ وہی صورت یہاں ہونی چاہئے؟

جواب: جاہل مسلمان کو صرف اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام کا ہے،لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے، یا ظنی ۔ جب کسی کو قطعی طور پر معلوم ہو کہ یہ مسئلہ دین کا قطعی مسئلہ ہے ۔اس میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ۔اس کے باوجود انکار کرے تب حکم کفر عائد ہوتا ہے۔

جاہل مسلمان کو اس مسئلہ کی قطعیت وظنیت کا علم علم نہیں ہوتا ۔ ہر جاہل سنی کو معلوم ہے کہ فاتحہ، نیاز ،مولود وعرس وغیرہ جائز ہے،لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ قطعی ہے یا غیر قطعی ۔اس کے انکار کا کیا حکم ہے، یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔

اگر جاہل مسلمان نے کسی مسئلہ کو دین کا قطعی مسئلہ یقین کیا ،مثلاً اہل علم نے کسی ضروری دینی مسئلہ سے متعلق اسے بتایا کہ یہ دین کا قطعی مسئلہ ہے۔

اس میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ،اور وہ مسئلہ اس کے نزدیک متواتر اور یقینی وقطعی بالمعنی الاخص ہو گیا،اس کے باوجود وہ انکار کرتا ہے تو اب حکم کفر عائد ہوگا ، کیوں کہ یہ انکار اس کے حق میں بھی ضروری دینی کا انکار ہے۔

اسی طرح اس نے کسی غیر ضروری دینی مسئلہ کو قطعی بالمعنی الاخص اور ضروری دینی اعتقاد کیا اور سمجھا کہ یہ مسئلہ مذہب اسلام میں قطعی ویقینی ہے۔

اس کو اس مسئلہ کے قطعی وضروری ہونے میں کوئی شک وشبہہ نہیں رہا، اس کے باوجود وہ انکار کرتا ہے تو یہاں تلاعب بالدین، استخفاف بالدین اور عزم کفر پایا گیا۔ اسی اصول کے اعتبار سے حدیث موضوع کے منکر کی تکفیر ہوئی ہے۔ اس میں استخفاف نبوی بھی ہے۔

(۵) تعریف پنجم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو (مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔

ضروری دینی کا مومنین کے حق میں بدیہی ہونا ضروری دینی کا خاصہ ہے، کیوں کہ ضروری دینی کے علاوہ کوئی دینی امر بدیہی نہیں ہوتا۔ جب غیر ضروری دینی بدیہی ہوتا ہی نہیں تو اس کا یقین بدیہی کیوں کر حاصل ہوسکتا ہے۔

یہاں بھی غیر تعلیم یافتگان اور علما کے غیر صحبت یافتگان کو امور دینیہ کے بارے میں اس بات کا بدیہی یقین حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام کا ہے۔ اب وہ مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہے یا نظری، قطعی ہے یا ظنی۔ اس کا علم وادراک ہر ایک کو نہیں ہوتا۔

جاہل مسلمانوں کو بھی اس بات کا بدیہی یقین حاصل ہوتا ہے کہ پانی بیٹھ کر پینا مذہب اسلام کا طریقہ ہے، کیوں کہ ہر مسلمان کی زبان سے وہ یہی بات سنتا ہے۔ اب بیٹھ کر پانی پینا ضروری دینی ہے یا غیر ضروری دینی۔ یہ عام لوگوں کو معلوم نہیں۔

جاہل مسلمان بھی جانتا ہے کہ اذان میں ''اللہ اکبر'' کہا جاتا ہے۔ اس کو اس بات کا بدیہی یقین حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ ہر موذن کو ایسا کہتے سنتا ہے۔ اب اذان میں ''اللہ اکبر'' کہنا اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہے یا قطعی بالمعنی الاعم یا ظنی ہے۔ یہ ہر ایک کو معلوم نہیں ہوتا۔ الغرض تعریف اول کے علاوہ دیگر تعریفات خاصہ یا عرض عام سے مرکب ہے اور رسم ہے، حد نہیں۔

تعریف اول کا تجزیہ

تعریف اول :ضروری دینی :وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو۔

ضروری دینی کی پہلی تعریف تعریف بالحد ہے اور دیگر تعریفات تعریف بالرسم ہیں۔

اس تعریف میں ''امر دینی'' جنس قریب کی منزل میں ہے اور'' حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہو'' فصل قریب کی منزل میں ہے۔ منطقیوں کے طرز پرضروری دینی کی تعریف اس طرح ہوگی: (الدینی القطعی بالمعنی الاخص)

اہل اسلام کے لیے یہ تعریف زیادہ قابل فہم ہوگی: (الامرالدینی القطعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمعنی الاخص)

فصل قریب وہ ہوتا ہے جوشئ کوجنس قریب میں اس کے مشارکین سے ممتاز اور جدا کردے۔

امر دینی جنس قریب ہے۔اس میں قطعی بالمعنی الاخص، قطعی بالمعنی الاعم اورظنی تینوں قسم کے دینی امورشامل ہیں۔

قطعی بالمعنی الاخص ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہے۔اس فصل قریب نے قطعی بالمعنی الاعم اورظنی کوخارج کردیا۔

اموردینیہ میں ضروریات دین کے علاوہ دیگر مسائل دینیہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہوتے ہیں۔وہ قطعی بالمعنی الاعم یاظنی ہوتے ہیں۔

قول کی متواتر روایت

قائل سے قول کا صدورتنہائی میں ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی سامع موجود نہ ہو۔جب یہ

قول کسی تک پہنچا نہیں تو وہ قول صدور کے اعتبار سے قطعی ہے، لیکن سامع کی طرف اس کی کوئی نسبت ہی نہیں، کیوں کہ کسی نے اس قول کو سنا ہی نہیں۔قائل نے تنہائی میں وہ قول کیا تھا۔

جب کسی سامع کے سامنے کوئی قول کیا جائے تو وہ قول سامع تک پہنچے گا اور سامع روایت کرے تو غیر سامعین تک پہنچے گا۔

سامع کے حق میں یہ قول ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہوگا۔خواہ نفس الامر کے اعتبار سے وہ صادق ہو یا کاذب۔

سامع کی روایت سے جس کو یہ قول پہنچا تو اگر خبر متواتر کے ذریعہ پہنچا تو ثبوت کے اعتبار سے وہ قول قطعی ہوگا اور خبر واحد کے ذریعہ پہنچا تو ثبوت کے اعتبار سے ظنی ہوگا۔ایک صورت تواتر معنوی کی ہے۔متواتر معنوی ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔

کسی کا قول غیر سامعین تک خبر متواتر کے ذریعہ پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ قائل کے سامعین کی تعداد اتنی ہو کہ جتنی تعداد خبر متواتر کے لیے شرط ہے۔

اگر سامعین ایک،دو، یا تین تھے تو وہ قول کبھی بھی غیر سامعین کے لیے متواتر اور قطعی نہیں ہوگا۔تواتر کے لیے اقل تعداد چار ہے،اور چار سے زائد کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں اور مختلف حالات وعوارض کے اعتبار سے بھی تعداد کا تعین ہوتا ہے۔

سامع کے لیے وہی قول قطعی ہوگا اور غیر سامع کے لیے تواتر کے ساتھ پہنچے تو قطعی ہو گا۔خبر واحد کے ذریعہ پہنچے تو ظنی ہوگا۔

امام احمد رضا قادری نے فرض عملی کی بحث میں رقم فرمایا:{**تنظیرہ بِمَسْئَلَةٍ سَمِعَهَا صَحَابِی مِنَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شفاهًا–وَبَلَغَ غَیْرَہ بِاِخْبَارِہ فهو قطعیٌّ عندہ ظنیٌّ عندهم**}(فتاویٰ رضویہ ج اص ۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

قول اور نفس الامری حقیقت کی متواتر روایت

کسی قول کی متواتر روایت اور کسی نفس الامری حقیقت کی متواتر روایت میں فرق ہے۔نفس الامری حقیقت کی متواتر روایت کے ذریعہ اس حقیقت کے ثبوت کا یقین حاصل ہوتا ہے اور کسی کے قول کی متواتر روایت کے ذریعہ متکلم سے اس قول کے ثبوت وصدور کا یقین حاصل ہوتا ہے،خواہ وہ قول نفس الامر کے مطابق ہو،یا نفس الامر کے مطابق نہ ہو۔

مسیلمہ کذاب کے دعوی نبوت کی خبر تواتر کے ساتھ ثابت ہے ،لیکن خود یہ دعویٰ کاذب ہے۔یہاں تواتر کا مفہوم یہ ہوا کہ مدعی کی طرف اس خبر کی نسبت قطعی اور یقینی ہے۔

اسی طرح غیر مسلم اقوام کے اسلاف کے اقوال نفس الامر کے خلاف ہوں اور تواتر کے ساتھ مروی ہوں تو اس کا مفہوم صرف یہ ہوا کہ اس قول کا ثبوت فلاں سے متواتر ہے۔

اس سے قول کا صادق ہونا لازم نہیں آتا۔جب کسی نفس الامری حقیقت کی روایت تواتر سے ہو تو اس خبر متواتر سے اس نفس الامری حقیقت کا قطعی ویقینی ثبوت حاصل ہوگا،جیسے سکندر ایک عظیم فاتح تھا۔یہ کسی قول کی روایت نہیں، بلکہ ایک نفس الامری حقیقت کی روایت ہے۔نفس الامری حقیقت کی روایت متواترہ صدق پر مبنی ہوتی ہے اور اس سے اس حقیقت نفس الامری کے ثبوت کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور کسی قول کی روایت متواترہ میں قائل کی جانب اس قول کی نسبت کے صدق کا یقین ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امور دینیہ کی تبلیغ

حضور اقدس صلی للہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دینی احکام و دینی امور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لیے لے کر جلوہ افروز ہوئے،وہ تمام دینی امور بندوں کو عطا فرما دیئے۔اب وہ قولی صورت میں ہو،یا عملی صورت میں ہو۔جب تبلیغ احکام بندوں کو فرما رہے تھے،پس یا تو وہاں متعدد مومنین ہوں گے یا کوئی ایک مومن۔ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی موجود ہی نہ ہو، اور حکم بھی پہنچا دیا جائے،اور فرض تبلیغ ادا ہو جائے۔

بہت سے عطا فرمودہ علوم ومعارف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھے۔ بہت سے امور خواص کے لیے تھے اور بہت سے امور واحکام تمام مسلمانوں کے لیے تھے۔جن کے لیے جو امور دربار الٰہی سے عطا ہوئے تھے،ان کو دربار نبوی سے عطا ہو چکا۔

خواہ قول نبوی کی سماعت اور فعل نبوی کا مشاہدہ ایک صحابی نے کیا ہو، یا متعدد صحابہ کرام نے، بہر صورت وہ سامع وباصر کے لیے قطعی بالمعنی الاخص ہوگا، کیوں کہ حواس ظاہرہ سے حاصل ہونے والا علم قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

قول کی سماعت حاسہ سمع سے اور فعل کا مشاہدہ حاسہ بصر سے ہوگا۔سامع کے حق میں قول مسموع کی نسبت قائل کی طرف قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگی۔باصر کے لیے فعل مبصر کی نسبت فاعل کی طرف قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگی۔یہاں احتمال بلا دلیل کی بھی کوئی صورت نہیں، پس ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہوگا۔

ایک یا متعدد صحابی نے قول نبوی کو اپنے کانوں سے سنا تو یہ قول ان کو حاسہ سمع کے ذریعہ حاصل ہوا،اوران کے حق میں قطعی بالمعنی الاخص ہوگیا،یعنی سامع کے حق میں قائل کی طرف اس قول کی نسبت قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگئی۔

اس نسبت میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں۔نبی ورسول کا قول نفس الامر کے مطابق اور صادق ہوتا ہے تو قائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے سبب یہ قول صادق اور نفس الامر کے مطابق ہے۔

ایک یا متعدد صحابی نے کسی فعل نبوی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو اس فعل نبوی کا علم ان کو حاسہ بصر کے ذریعہ حاصل ہوا تو وہ ان کے حق میں قطعی بالمعنی الاخص ہوگیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس قول دینی وفعل دینی کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص طور پر ہو، وہ قول وفعل ضروری دینی ہوتا ہے تو وہ امر دینی (قول دینی وفعل دینی)

اس دیکھنے اور سننے والے صحابی کے حق میں ضروری دینی ہو گیا۔

واضح رہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے امور تبلیغیہ میں سہو ونسیان محال ہے۔ نبی کا جو قول وفعل امور تبلیغیہ میں سے ہو، وہ نفس الامر کے مطابق ہوگا، یعنی وہی حکم خداوندی ہے۔ نبی ورسول کا جو قول وفعل امور تبلیغیہ کے باب سے ہو، وہ حکم خداوندی کے عین مطابق اور صادق وصحیح ہوگا۔

دربار اعظم کے غیر حاضر کے لیے بھی صرف وہی امر دینی، ضروری دینی ہوگا، جو اس کے لیے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو، اور غیر حاضر کے لیے کوئی امر دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اسی وقت ہوگا، جب وہ امر دینی اس کو خبر متواتر کے ذریعہ حاصل ہو۔ تواتر کے علاوہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کی کوئی دوسری صورت موجود نہیں۔

اب کوئی ایسی صورت بتائی جائے کہ قول نبوی وفعل نبوی کسی کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل ہو، اور وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہ ہو۔ جب بھی کوئی قول وفعل بلا واسطہ حاصل ہوگا تو وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگا۔

علامہ سعد الدین تفتازانی نے خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قطعی ویقینی ہونے کے بارے میں رقم فرمایا:{(والعلم الثابت به)ای بخبر الرسول(يضاهي)ای يشابه (العلم الثابت بالضرورة) كالمحسوسات والبديهيات والمتواترات(فی التيقن)ای عدم احتمال النقيض(والثبات)ای عدم احتمال الزوال بتشكيك المشكك فهو علم بمعنى الاعتقاد المطابق الجازم الثابت والا لكان جهلا او ظنا او تقليدا.

فان قيل : هذا انما يكون فی المتواتر فقط فيرجع الى القسم الاول.

قلنا:الكلام فيما علم انه خبر الرسول سُمع من فيه–او تواتر عنه

ذلک–او بغیر ذلک ان امکن.

واما خبر الواحد فانما لم یفد العلم لعروض الشبھة فی کونہ خبر الرسول}(شرح العقائدالنسفیہ ص۳۷-۳۹)

جب سامع وباصر کے لیے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا قول نبوی وفعل نبوی سے منفک نہیں ہوگا اور قطعیت بالمعنی الاخص کے بغیر اس کا تصور ممکن نہیں تو قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا اس قول وفعل کی حقیقت کا جز ہوگا، نہ کہ وصف لازم۔

جب حقیقت کا جز ہے تو جنس ہوگا یا فصل ہوگا۔اب قطعیت بالمعنی الاخص جنس ہے یا فصل؟اس پرضرور بحث کی جاسکتی ہے۔ہماری بحث مندرجہ ذیل ہے۔

نبی ورسول کے اقوال وافعال کی دوتقسیم ہوگی:(۱)وہ اقوال وافعال جوامور تبلیغیہ میں سے ہوں۔(۲)وہ اقوال وافعال جوامور تبلیغیہ میں سے نہ ہوں۔

چوں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کوقوم کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا جاتا ہے اور ہدایت ورہنمائی کا فریضہ اقوال کے ذریعہ ہوگا اور جن امور کی عملی تفہیم کی ضرورت ہے، وہاں حکم خداوندی کوعملی طور پرانجام دینا ہوگا۔

انسانوں کی ہدایت کے لیے جونبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں جلوہ گرہوئے، وہ تمام نوع انسانی سے ہوئے ،اس لیے انسانی ضرورتوں کے اعتبار سے نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے اعمال وافعال امور تبلیغیہ میں سے نہیں ہوں گے، بلکہ امور تبلیغیہ سے خارج ہوں گے۔

امور تبلیغیہ امت تک پہنچائے جاتے ہیں تو بہت سے تبلیغی امور نبی ورسول سے بلا واسطہ امت کوحاصل ہوں گے،اور کچھ واسطہ کے ذریعہ حاصل ہوں گے۔جوامور تبلیغیہ بلا واسطہ براہ راست نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے امتی کوحاصل ہوئے، وہ اس امتی کے

حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں گے۔

جو تبلیغی امور امتی کو واسطہ سے حاصل ہوئے تو اگر تواتر کے ساتھ حاصل ہوئے تو قطعی الثبوت ہیں، اور اگر بلا تواتر حاصل ہوئے، تو اگر تواتر معنوی کے ساتھ حاصل ہوئے تو قطعی الثبوت بالمعنی الاعم ہیں، اور جو خبر واحد کے طریقے پر حاصل ہوئے، وہ ظنی الثبوت ہیں۔

بالفرض اگر تمام امور تبلیغیہ کسی امتی کو براہ راست اور بلا واسطہ نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوگئے تو تمام امور تبلیغیہ اس کے حق میں قطعی الثبوت ہوگئے، اور ضروری دینی قرار پائیں گے۔ ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے کہ ہر تبلیغی امر کو نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اس امتی کے سامنے بیان فرمائیں اور انجام دیں۔

وہ امتی اپنی انسانی ضرورتوں مثلاً خورد ونوش اور قضائے حاجت (بول وبراز وغیرہ) کے لیے دربار نبوی سے غیر حاضر ہو تو اس امتی کی غیر حاضری میں نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کوئی تبلیغی امر بیان ہی نہ فرمائیں، یا بیان ہوئے ہوئے ہوں تو نبی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو اس کی حاضری میں دہرا دیں، یا اس امتی کو تواتر کے ساتھ اس امر تبلیغی کا علم ہو جائے۔ یہ صورتیں ممکن تو ضرور ہیں، لیکن ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرام کے تعلق سے ایسا ثابت نہیں۔

الحاصل غیر صحابی کو تمام امور تبلیغیہ بالواسطہ حاصل ہوں گے۔ اب ان امور دینیہ تبلیغیہ کی دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) جو امور تبلیغیہ دینیہ تواتر کے ساتھ حاصل ہوئے، وہ ضروری دینی ہیں، کیوں کہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں۔

(۲) جو امور دینیہ بلا تواتر حاصل ہوئے، وہ ضروری دینی نہیں، کیوں کہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو جوامور دینیہ تبلیغیہ حاصل ہوئے ،ان کی تین قسمیں ہو جائیں گی۔

(۱) جوامور تبلیغیہ دینیہ بلا واسطہ حاصل ہوئے ،وہ ان کے حق میں ضروری دینی ہیں ، کیوں کہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں۔

(۲) جوامور تبلیغیہ دینیہ صحابی کوواسطہ کے ذریعہ حاصل ہوئے۔

اگر وہ امور دینیہ تواتر کے ساتھ حاصل ہوئے تو وہ ضروری دینی ہیں، کیوں کہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں۔

(۳) جوامور تبلیغیہ دینیہ صحابی کوواسطہ کے ساتھ حاصل ہوئے۔

اگر وہ امور دینیہ بلا تواتر حاصل ہوئے تو وہ ضروری دینی نہیں، کیوں کہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں ہیں۔

واضح رہے کہ جوامور دینیہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوں ،وہ ضروریات دین میں سے ہیں ۔ایسا امر متواتر دربار رسالت کے کسی غیر حاضر(خواہ صحابی ہوں یا غیر صحابی) کو ابھی تواتر کے ساتھ معلوم نہیں ہوا تو ابھی اس کے انکار پر اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا ،لیکن جب تواتر کے ساتھ اسے معلوم ہو جائے تو اسے اس کو ماننا فرض ہوگا ، ورنہ حکم کفر عائد ہوگا۔

ضروری دینی کی تعریف اول پرسوالات وجوابات

سوال: نبی ورسول کے امور دینیہ تبلیغیہ کے علاوہ دیگر اعمال وافعال بھی سامع و باصر کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں گے تو قطعیت بالمعنی الاخص ضروری دینی کے ساتھ خاص نہیں ، پھر وہ فصل قریب کیسے ہو جائے گی؟ کیا ایک فصل کا ثبوت متعدد کلیات کے لیے بھی ہوسکتا ہے؟

زید کے قول وفعل کے سامع وباصر کے لیے بھی زید کا قول وفعل قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا ہر ایک کے قول کے ساتھ پایا جاتا ہے، پھر یہ قطعیت ضروری دینی کے لیے فصل قریب کیسے ہوگئی؟

جـــواب: خاصہ کا ثبوت دیگر کلیات کے لیے نہیں ہوتا ہے، بلکہ خاصہ ایک ہی کلی کے ساتھ خاص ہوتا ہے،اور حقیقت سے خارج ہوتا ہے، جیسے ضاحک ہونا انسان کا خاصہ ہے تو غیر انسان اس سے متصف نہیں ہوگا۔

کسی کلی کے لیے فصل قریب وہ ہے جو جنس قریب میں اس کے مشارکین سے اس کو ممتاز اور جدا کردے تو پہلے یہ متعین کیا جائے کہ ضروری دینی کے لیے جنس قریب کیا ہے۔

ضروری دینی کوئی دینی امر ہی ہوگا، غیر دینی امر ضروری دینی نہیں ہوسکتا۔دینی امور میں بعض قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں اور بعض قطعی الثبوت بالمعنی لاخص نہیں۔ جو قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہیں، وہ ضروری دینی ہیں۔

قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا دینی امور میں سے صرف ضروری دینی کے لیے ثابت ہے۔اس قطعیت نے ضروری دینی کو دیگر امور دینیہ سے ممتاز اور جدا کردیا تو مذکورہ قطعیت ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہوگئی۔

نبی ورسول کے اقوال وافعال جو امور دینیہ میں سے نہ ہوں، وہ ضروری دینی کی جنس قریب یعنی امر دینی کے افراد وجزئیات میں سے نہیں ہیں۔وہ اقوال وافعال اگر جنس قریب میں شریک ہوتے تو قطعیت بالمعنی الاخص کے ذریعہ ضروری دینی کا امتیاز نہیں ہوتا اور قطعیت بالمعنی الاخص ضروری دینی کے لیے فصل قریب نہیں ہوتی۔

الحاصل اقوال نبویہ وافعال نبویہ کی دوقسمیں ہوں گی: (۱) دینی اقوال وافعال (۲) غیر دینی اقوال وافعال۔دونوں قسموں کی دوقسمیں ہوں گی: (۱) قطعی الثبوت بالمعنی الاخص

(۲) غیر قطعی الثبوت۔ دونوں قسموں میں مذکورہ قطعیت کو مابہ الامتیاز تسلیم کیا جائے تو امتیاز ہوجاتا ہے اور اس میں کوئی استحالہ نظر نہیں آتا۔

دینی اقوال وافعال واقوال میں بعض قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں اور بعض غیر قطعی ہوں، اور دونوں صنفوں کے درمیان مذکورہ قطعیت مابہ الامتیاز ہو۔

اسی طرح غیر دینی اقوال وافعال واقوال میں بعض قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں اور بعض غیر قطعی ہوں، اور دونوں صنفوں کے درمیان مذکورہ قطعیت مابہ الامتیاز ہو۔ اس میں امتیاز بھی حاصل ہوجارہا ہے اور کوئی اعتراض بھی وارد ہونے کی گنجائش نظر نہیں آتی ہے، پھر استحالہ تو بہت دور کی بات ہے۔

سوال: مذکورہ بالا بحث سے ظاہر ہوا کہ کسی ماہیت کی فصل قریب کا ثبوت دیگر ماہیتوں کے لیے بھی ہوسکتا ہے؟

جواب: اس بارے میں مناطقہ کی تصریحات پر غور کرلیا جائے۔ جنس وفصل وغیرہ مناطقہ کا استخراج ہے تو انہیں کا قول معتبر ہوگا۔

بظاہر یہاں بعض صورتوں میں استحالہ ثابت ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں استحالہ ثابت نہیں ہوتا۔ تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

فصل قریب ان مشارکین سے امتیاز کا فائدہ دیتی ہے جو جنس قریب میں اس ماہیت کے شریک ہوں، مثلاً ''صاہل'' گھوڑا کے لیے فصل قریب ہے۔ جنس قریب یعنی حیوان میں جو گھوڑا کے مشارکین ہیں، اس سے گھوڑے کا امتیاز ''صاہل'' کے ذریعہ ہوجاتا ہے۔

پتھر گھوڑا کی جنس قریب یعنی حیوان میں شریک نہیں۔ پتھر جسم غیر نامی کے افراد میں سے ہے۔ اب اگر پتھر کی دو قسمیں ہوں۔ صاہل اور غیر صاہل، پس پتھر کی ان دونوں قسموں میں ''صاہل'' مابہ الامتیاز ہوجائے گا۔ اسی طرح حیوان کے افراد میں سے گھوڑا کے لیے بھی

''صاہل'' مابہ الامتیاز ہوجائے گا۔

جسم غیر نامی کے افراد کے لیے''صاہل'' کے مابہ الامتیاز ہونے سے حیوان کے افراد کے لیے''صاہل'' کا مابہ الامتیاز ہونا باطل نہیں ہوگا، نہ ہی یہاں کوئی استحالہ ثابت ہوتا ہے تو اس سے یہی ظاہر ہوا کہ ایک فصل دو ماہیتوں کے لیے فرق وامتیاز کا فائدہ دے سکتی ہے۔

پتھر کے لیے''صاہل'' ہونا ثابت نہیں، لیکن ہر چیز کا ناطق (بولنے والا) ہونا ثابت ہے۔مکہ معظّمہ میں ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتا تھا۔

قرآن مجید سے ہر چیز کا ناطق ہونااور ہر چیز کا تسبیح بولنا ثابت ہے۔حشر میں اعضائے بدن گواہی دیں گے۔وہ کہیں گے:

(قالوا انطقنا اللّٰہ الذی انطق کل شیء)(سورہ حم سجدہ: آیت۲۱)

ہاں، کسی ماہیت کی فصل قریب اس کی جنس قریب کے مشارکین میں سے کسی دیگر مشارک کے لیے فصل قریب بن جائے تو اس فصل کا مابہ الامتیاز ہونا باطل ہوجائے گا، مثلاً بلی کے لیے بھی فصل قریب''مفترس'' ہو،اور شیر کے لیے بھی فصل قریب''مفترس'' ہوتو بلی اور شیر میں فرق نہیں ہوسکے گا۔ہاں، جوامر کسی ماہیت کے لیے فصل قریب ہو، وہ اس کی جنس قریب کی مشارک ماہیت کے لیے بطور وصف ثابت ہوسکتی ہے، جیسے شیر کے علاوہ دیگر حیوانات مثلاً بلی، چیل، بھیڑیا وغیرہ کے لیے بھی''مفترس'' ہونا ثابت ہے۔

اسی طرح کتا حیوان نابح ہے۔کتا کا جب بھی وجود ہوگا، نابحیت اس کی حقیقت کا جز ہوگا، گرچہ وہ کسی عرض عارض کے سبب بھونک نہ سکے۔انسان بھی حیوان کے افراد میں سے ہے اور کتا کی جنس قریب یعنی حیوان میں شریک ہے۔انسان بھی کتا کی طرح بھونک سکتا ہے اور اس کی طرح آواز نکال سکتا ہے، بلکہ انسان کتے کی آواز کی نقل کرتا ہے تو نابحیت اس انسان کی ایک صفت عارض ہوئی۔

ناطق ہونا یعنی ایسی قوت ہونا کہ معلومات سے مجہولات کو حاصل کیا جا سکے۔ یہ نوع انسانی کے لیے فصل قریب ہے،اورقوت ناطقہ یعنی معلومات سے مجہولات کو حاصل کرنے کی قوت حضرات ملائکہ علیہم السلام اورقوم جن کو بھی حاصل ہے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق کے وقت حضرات ملائکہ علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے مشورہ فرمایا۔فرشتوں نے زمین میں پہلے سے آباد قوم جن کی شرارت کو دیکھ کر عرض کیا تھا کہ یہ نئی مخلوق (بعض اولاد آدم) کا حال بھی وہی ہوگا، جوقوم جن کا حال ہے۔

قرآن مجید میں ہے:(**قالوا اَتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء**)

(سورہ بقرہ: آیت۳۰)

یہ معلومات کی روشنی میں مجہولات کوحاصل کرنے کی کوشش تھی۔گرچہ انہیں غیبی علم نہ تھا کہ مخلوق جدید کا کیا حال ہوگا۔حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کی تخلیق سے قبل قوم جن کو زمین میں آباد کیا گیا تھا۔اس قوم نے زمین میں فتنہ وفساد پھیلایا،قتل وقتال اورخون ریزی کی۔قوم جن کے حالات دیکھ کرحضرات ملائکہ علیہم السلام نے یہ بات کہی تھی۔منطق کی زبان میں اس کوقیاس کہا جاتا ہے۔

اسی طرح حضرات ملائکہ علیہم السلام نے یہ بھی قیاس کیا تھا کہ نئی مخلوق کو ہماری طرح علم نہیں ہوگا، کیوں کہ ہم لوگ ان سے پہلے ہیں۔ یہ حضرات ملائکہ علیہم السلام کا قیاس تھا، اور یہ ان کی باہمی گفتگو تھی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ السلام کوحضرات ملائکہ علیہم السلام سے زیادہ علم عطا فرمایا،تمام چیزوں کے نام بتائے اور ملائکہ علیہم السلام سے ان چیزوں کے نام دریافت فرمائے۔

حضرات ملائکہ علیہم السلام کوان اشیا کے ناموں کا علم عطانہیں فرمایا گیا تھا تو انہوں نے معذرت خواہی کرلی۔اللہ تعالیٰ نے اسی واقعہ کا ذکرقرآن مجید میں فرمایا:

(وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکة فقال انبئونی باسماء هٰولاء ان کنتم صدقین::قالوا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم) (سورہ بقرہ: آیت ۳۱،۳۲)

شیطان کو معلوم تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا،اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مٹی سے پیدا ہوئے۔اسی کی روشنی میں ابلیس نے قیاس کیا کہ آگ سے پیدا ہونے والا افضل ہوگا،لہٰذا میں افضل ہوں۔اسی قیاس کے سبب شیطان نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ نہیں کیا۔قرآن مجید میں اس اقعہ کا ذکر متعدد سورتوں میں ہے۔شیطان نے قیاس بھی کیا اور قیاس میں غلطی بھی کیا۔قرآن مجید میں ہے:

(انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین) (سورہ اعراف: آیت ۱۲)

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ معلومات سے مجہولات کو حاصل کرنے کی قوت یعنی قوت ناطقہ حضرات ملائکہ علیہم السلام اور قوم جن کے لیے بھی ثابت ہے،لیکن انسان کی جنس قریب یعنی حیوان میں یہ دونوں مخلوق شریک نہیں ،کیوں کہ حیوان جسم نامی کا ایک فرد ہے۔جسم نامی جسم مطلق کا ایک فرد ہے۔جسم مطلق جوہر کا ایک فرد ہے۔جوہر موجود نفس الامری کا ایک فرد ہے۔

حضرات ملائکہ علیہم السلام اور قوم جن کے لیے شریعت اسلامیہ میں جسم ثابت ہے تو یہ جسم مطلق کے افراد میں سے ہوں گے،لیکن ان کے لیے جسم محسوس نہیں کہ حاسہ بصر سے ادراک ہو سکے۔ہوا کی طرح ان کو مس کے ذریعہ بھی محسوس نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ عبد العزیز فرہاری پاکستانی (۱۲۳۹ھ) کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ کے لیے نمو نہیں،اور قوم جن کے لیے نمو ہے۔(النبراس شرح شرح العقائد النسفیہ :ص۵۲)

شریعت اسلامیہ میں ملائکہ اور قوم جن دونوں کو جسم والی مخلوق بتایا گیا ہے۔ان

دونوں مخلوق کواللہ تعالیٰ نے یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جوشکل چاہیں، اختیار کرلیں۔فرشتے حکم کن سے پیدا کیے گئے ۔ یہ نوری مخلوق ہیں ،اورجسم والے ہیں ۔ یہ جسم نامی کے افراد میں نہیں،یعنی انسانوں کی طرح ان کا جسم رفتہ رفتہ بڑھتا نہیں ۔

قوم جن کی پیدائش آ گ سے ہوئی ۔توالدوتناسل اس قوم میں جاری ہے ۔اس قوم کے لیےانسانوں کی طرح نمو بتایا جاتا ہے۔مناطقہ کے اعتبار سے ملائکہ اورقوم جن کس خانے میں ہیں، یہ قابل تحقیق ہے۔ جب کوئی جسم نامی نہیں تو حیوان کیسے ہوگا ؟ قوم جن کے لیےنمو مانا جاتا ہے،لیکن اس کے لیےجسم محسوس نہیں، جب کہ حیوان جسم محسوس والی مخلوق ہے۔

فلاسفہ ملائکہ کا وجودتسلیم نہیں کرتے ،وہ ارواح مجردہ کے قائل ہیں اورقوم جن کا وجودبھی تسلیم نہیں کرتے ۔اگر وہ تسلیم کربھی لیں تو اصول فلاسفہ کے اعتبار سے وہ ارواح مجردہ خبیثہ کوجن کہیں گے،یعنی ملائکہ اورجن کا وجود اہل فلسفہ کے یہاں ثابت نہیں ۔

جب قوت ناطقہ کامعنی حضرات ملائکہ علیہم السلام اورقوم جن کے لیے ثابت ہےتو اس سے یہی ظاہرہوتا ہے کہ فصل قریب کا ثبوت دیگرنوع کے لیے ہوسکتا ہے۔خواہ فصل کی صورت میں ہو،یا وصف کی صورت میں ۔خاصہ کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی کلی کےساتھ خاص ہوتا ہے۔فصل کی تعریف میں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ جنس کے مشارکین سے جوشئ کوممتاز کردے، وہ فصل ہے۔

ســــوال: اگرقطعی الثبوت امرنبوی (حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےقطعی الثبوت اقوال وافعال) کوجنس تسلیم کریں اوردینی ہونے کوفصل تسلیم کریں تو کیا حرج ہے ؟اس طرح مذکورہ بالا دونوں اعتراض وارد نہیں ہوں گے۔

ضروری دینی کی تعریف اس طرح کی جائے :ضروری دینی وہ قطعی الثبوت امرنبوی (قول وفعل نبوی) ہےجودینی ہو۔

جواب: جنس قریب کے مختلف الحقائق افراد کی تمیز فصل قریب کے ذریعہ ہوتی ہے، مثلاً حیوان ایک جنس ہے۔اس کے افراد میں انسان اور دیگر حیوانات ہیں ۔انسان قوت ناطقہ کے ذریعہ حیوان کے دیگر افراد سے ممتاز ہوا تو ناطق انسان کے لیے فصل قرار پایا۔

کوئی نوع اور ماہیت فصل قریب کے سبب جن امور سے ممتاز ہو، وہ تمام امور اس کی جنس قریب میں شریک ہونا چاہئے۔

اب یہاں پر یہ دیکھنا ہوگا کہ ضروری دینی کن امور سے ممتاز ہے، پس یہ بالکل واضح ہے کہ ضروری دینی کسی امر خاص کے سبب دینی امور میں ممتاز ہوتا ہے، پس جن امور سے ضروری دینی ممتاز ہے، وہ تمام امور اس کی جنس قریب میں شریک ہونا چاہئے۔

اگر قطعی الثبوت امر نبوی کو جنس مان لیں تو تمام دینی امور قطعی الثبوت امر نبوی (قطعی الثبوت قول وفعل نبوی) میں شریک نہیں ، کیوں کہ دینی امور میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص قطعی الثبوت اقوال دینیہ وافعال دینیہ ہی شامل نہیں، بلکہ ائمہ مجتہدین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے جو مسائل دینیہ اخذ کیے ہیں، وہ بھی شامل ہیں۔

الحاصل جب قطعی الثبوت امر نبوی (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قطعی الثبوت اقوال وافعال)ان تمام امور دینیہ کو شامل ہی نہیں ،جن امور دینیہ سے کسی خاص امر کے سبب ضروری دینی ممتاز ہوتا ہے تو پھر ’’قطعی الثبوت امر نبوی‘‘ ضروری دینی کے لیے جنس کیسے ہوسکتا ہے۔

جنس قریب کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کسی نوع کو فصل قریب کے ذریعہ جن مشارکین سے امتیاز ہو رہا ہو، ان تمام مشارکین کو جنس قریب شامل ہو۔وہ تمام جنس قریب کے افراد ہوتے ہیں۔ یہاں یہ صورت نہیں، پس ’’قطعی الثبوت امر نبوی‘‘ جنس قریب نہیں ہوگا۔

سوال: شئ کا وصف لازم بھی شئ سے جدا نہیں ہوتا ہے تو کیا وصف لازم بھی شئ کی حقیقت کا جز ہوگا؟

جواب: شئ کی حقیقت کا جز وہ ہوگا کہ اس سے شئ کو منفک کر دیا جائے تو شئ کی حقیقت معدوم ہو جائے۔ذاتی (جزئے ذات یعنی جنس وفصل) کے بغیر کسی ذات کا تصور ممکن نہیں، جیسے حیوانیت کے بغیر انسان کا تصور یا ناطقیت کے بغیر انسان کا تصور ممکن نہیں۔

اگر امت تک براہ راست پہنچنے والے امر تبلیغی دینی سے قطعیت بالمعنی الاخص کو جدا کر دیا جائے تو اس امر تبلیغی کا امت تک پہنچنا ہی متصور نہیں ہوگا۔ جب بھی امت تک کوئی قول نبوی یا فعل نبوی براہ راست بلا واسطہ پہنچے گا تو قطعیت بالمعنی الاخص کے ساتھ ہی پہنچے گا۔

سوال: زید کا دینی قول بھی زید کے سامع تک قطعیت بالمعنی لاخص کے ساتھ ہی پہنچے گا تو کیا زید کی زبان سے ظاہر ہونے والا دینی قول بھی ضروریات دین میں شمار ہوگا؟ کیوں کہ وہ دینی قول بھی زید کے سامع کے لیے قطعیت بالمعنی الاخص سے منفک نہیں ہوتا ہے۔

جواب: کسی قول کے ضروری دینی ہونے کے لیے قطعیت بالمعنی الاخص کے ساتھ مزید تین امور ملحوظ ہوں گے۔

(۱) وہ قول امور تبلیغیہ یعنی امور دینیہ میں سے ہو۔اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان اقدس سے دیگر امور مثلاً عہد ماضی کے کسی بادشاہ کا واقعہ بیان ہوا تو وہ سامع کے حق میں ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہوگا ،لیکن وہ امر دینی نہیں ہے تو اس کا شمار ضروریات دین میں نہیں ہوگا۔اس امر کے انکار پر بھی تکفیر ہوگی، کیوں کہ اس کا انکار نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تکذیب ہے اور تکذیب نبی کفر ہے۔

قال الهيتمي: {قضية قولهم(او تكذيب نبي)انه لا فرق بين تكذيبه في امر ديني او غيره–وهو ما يصرح به كلام العراقي شارح المهذب،لكن

کلام غیرہ ینازع فیہ–واصل ذلک انہم صرحوا بان من خصائصہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یتزوج بلا شہود لان اعتبارہم لامن الجہود–وہو مامون فی حقہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم.

ثم قالوا: والمرأۃ لوکذبتہ لم یلتفت الیہا–وقال العراقی المذکور: بل تکفر بتکذیبہ فقضیۃ کلام غیرہ عدم کفرہا لکن کلامہ اوجہ لان تکذیبہ ولو فی الامر الدنیوی صریح فی عدم عصمتہ عن الکذب وفی الحاق النقص بہ و کلاہما کفر–ولا ینافی ذلک ما وقع عن بعض حفاۃ الاعراب مما یقرب من ذلک–لانہم کانوا معذورین لقرب اسلامہم}

(الاعلام بقواطع الاسلام ص۸۵)

(۲)ہر امت کواس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ دینی احکام عطا ہوتے ہیں، نہ عام افراد کے ذریعہ، نہ ہی دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ۔جوقول اس امت کے نبی کے ذریعہ اس امت کوحاصل ہو،صرف وہی اس کے حق میں ضروری دینی ہے۔

احکام دینیہ کے علاوہ ہر امت کے افراد کو جو کچھ بھی دینی وروحانی مدارج عطا ہوتے ہیں،ان تمام میں اس امت کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وسیلہ ہوتے ہیں۔حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کواگر غیر نبی تسلیم کیا جائے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام ان کے حق میں واجب نہ تھے،نہ ہی وہ توریت کے احکام پر عامل تھے،اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دین ومذہب کے اصول کے اعتبار سے ان کے اعمال ثلاثہ پر سوال فرمائے اوریہی سوالات اتمام صحبت وانقطاع معیت ورفاقت کا سبب بن گئے۔

آخری زمانہ میں اولوالعزم انبیائے کرام میں سے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام امت مسلمہ کے درمیان ہادی وقائد بن کر جلوہ گر ہوں گے،لیکن وہ قرآن مجید و

حدیث نبوی کے احکام جاری فرمائیں گے۔اپنی کتاب مقدس یعنی انجیل شریف کے احکام نافذنہیں فرمائیں گے، بلکہ ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ السلام کے ارشادفرمودہ احکام کو ہی جاری فرمائیں گے۔

(۳) یہ صحیح ہے کہ زید کا قول زید کے سامع تک قطعیت بالمعنی الاخص کے ساتھ پہنچے گا،لیکن ضروری دینی وہ قول ہوتا ہے جو صادق اورنفس الامر کے مطابق ہو،اوراس کا کذب اورنفس الامر کے خلاف ہونا محال ہو۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صدق واجب ہوتا ہےاورکذب محال۔ان کا قول نفس الامر کے مطابق ہوگا،خواہ وہ امورتبلیغیہ میں سے ہو،یا غیرتبلیغی امور میں سے۔

جوعلما حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اجتہادتسلیم کرتے ہیں اور اجتہاد میں نفس الامر کے خلاف ہونے کے امکان کے قائل ہیں تو یہ امکان اجتہادی مسئلہ کو نفس الامر کے اعتبار سے قطعیت بالمعنی الاخص سے خارج کردے گا اوراس اجتہادی مسئلہ سے ضروری دینی کا ثبوت نہیں ہوگا،لیکن ان علما کا یہ بھی قول ہے کہ اگر کبھی بالفرض اجتہادی امور میں نفس الامر کے خلاف کوئی حکم صادر ہوتو اللہ تعالیٰ اس پراپنے نبی کو قائم نہیں رکھتا، بلکہ حکم صحیح کی جانب ہدایت عطا فرما دیتا ہے،اس طرح کسی نبی کے اجتہاد کا نفس الامر کے خلاف پر بقا کا تصور نہیں ہوسکتا۔

بالفرض اگر کوئی اجتہادنفس الامر کے خلاف بھی ہوتو وہ رحمت الٰہی سے اصلاح پذیر ہو جاتا ہے،جب کہ غیر نبی کے اجتہاد میں نفس الامر کے خلاف پر بقا کا امکان موجود ہے۔کبھی مجتہد اپنے اجتہاد کی کیفیت پرآ گاہ ہوگیا تو رجوع کرلیتا ہے،والا فلا۔

کوئی غیر نبی انسان خواہ وہ کتنا ہی سچا کیوں نہ ہو،اس کے قول کا کذب محال نہیں ، بلکہ غیر نبی کے قول کا صدق اوراس کا نفس الامر کے مطابق ہونا کبھی مشکوک ہوگا،کبھی ظنی

ہوگا،اور کبھی قطعی بالمعنی الاعم ہوگا،یعنی کذب کا احتمال بلا دلیل ضرور ہوگا۔

اسی طرح غیر نبی انسان وجن کے حق میں کذب کا امکان ذاتی اور امکان وقوعی بھی ہوگا،گرچہ کذب کا صدور نہ ہو۔ہاں، جب اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس کے صدق کی خبر دیں ، یا اس کی خبر کا نفس الامر کے مطابق ہونا ثابت ہو جائے تو اب احتمال بلا دلیل ختم ہو جائے گا ،یعنی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے خبر دینے کے بعد یا نفس الامری حقیقت کی مطابقت کے ثبوت کے بعد احتمال بلا دلیل ختم ہو جائے گا۔زید نے کہا کہ تمہارے گھر کی دیوار گر گئی ، جب ہم نے جا کر دیکھا تو حقیقت میں میرے گھر کی دیوار گر چکی تھی تو اب زید کی خبر کا صدق ہمارے لیے قطعی بالمعنی الاخص ہو گیا ،ورنہ فی حد ذاتہ غیر نبی کی خبر کا صدق قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہوتا۔

سوال: جب کوئی آدمی سچا ہوتو اس کے قول میں کذب کا احتمال کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: سچا ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بالقصد جھوٹ نہیں بولتا ہے،لیکن اس کی خبر کے اسباب وذرائع میں کذب کا امکان ضرور ہے ۔اس طرح اس کی بتائی ہوئی بات غلط اور جھوٹ ہوسکتی ہے،مثلاً ایک صالح وصادق کو کسی کاذب نے کوئی غلط خبر بتادی ، وہ اپنے حسن ظن کے اعتبار سے اس خبر کو سچی سمجھ کر بلا انتساب کسی دوسرے صالح وصادق کو بیان کردیئے۔اس صالح دوم نے کسی تیسرے کو بیان کر دیا تو یہ غلط خبر ایک صالح کے ذریعہ دوسرے صالح تک پہنچی ، پھر تیسرے تک پہنچ گئی اور مشہور ہوگئی۔

اس صالح اول ودوم نے اس خبر میں کچھ آمیزش نہ کی تھی ، بلکہ جیسی خبر سنی تھی ، وہ دوسرے کو بتادی ۔ یہاں جو صالح اول کا مخبر تھا،اس نے غلط خبر دی تھی ۔صالح اول کو اس خبر کی تحقیق کرنی تھی ۔صالح دوم کو صالح اول کے ذریعہ خبر پہنچی ۔صالح دوم پر تحقیق کا حکم عائد نہیں ہوگا ، کیوں کہ جب فاسق کوئی خبر دے،تب تحقیق کا حکم ہے۔صالح دوم کو ایک صالح

وصادق نے خبر دی تھی، اس کے لیے حکم تحقیق نہیں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں مذکورہ بالاصورت یعنی خبر کاذب کی نقل وروایت بھی نہیں پائی جاتی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کوغیب کاعلم عطافرمایاجاتا ہےاوروہ صدق وکذب میں فرق کر لیتے ہیں، گرچہ کسی سبب سے اپنے علم غیب کااخفافرمائیں۔

غیر نبی کی خبر بھی کسی سبب سے قطعی الصدق بالمعنی الاخص ہوسکتی ہے، یعنی ایسی صادق ہوسکتی ہے کہ اس کے کذب کا احتمال بلادلیل بھی نہ ہو، لیکن وہ خبر فی نفسہ قطعی الصدق بالمعنی الاخص نہیں ہوسکتی۔ خبر صادق یعنی جو خبر قطعی الصدق بالمعنی الاخص ہو، اور کذب کے احتمال بلادلیل سے بھی پاک ہو، اس کی صرف دو قسمیں ہیں۔ خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خبر متواتر۔ عام انسانوں میں سے فرد واحد یا چند افراد کی خبر مذکورہ دونوں قسموں میں شامل نہیں۔ خبر متواتر میں کثیر افراد شامل ہوتے ہیں، اس لیے وہاں کذب محال عادی ہوتا ہے۔

قال التفتازانی: **(فان قیل: الخبر الصادق المفید للعلم لا ینحصر فی النوعین-بل قد یکون خبرًا لِلّٰہ تعالی -او خبر الملک او خبر اهل الاجماع او الخبر المقرون بما یرفع احتمال الکذب کالخبر بقدوم زید عند تسارع قومه الی داره.**

قلنا: المراد بالخبر خبر یکون سببًا للعلم لعامة الخلق بمجرد کونه خبرًا مع قطع النظر عن القرائن المفیدة للیقین بدلالة العقل-فخبر اللّٰه تعالی او خبر الملک انما یکون مفیدًا للعلم بالنسبة الٰی عامة الخلق اذا وصل الیهم من جهة الرسول علیه السلام-فحکمه حکم (قول)الرسول- وخبر اهل الاجماع فی حکم المتواتر)

(شرح عقائد نسفیہ ص ۳۹-مجلس برکات مبارکپور)

سوال: جب غیر نبی کے قول میں کذب کا احتمال بلا دلیل پایا جاتا ہے تو خبر متواتر میں بھی احتمال بلا دلیل ہونا چاہئے اور خبر متواتر کے ذریعہ حاصل ہونے والا علم بھی قطعی بالمعنی الاخص نہیں ہونا چاہئے، کیوں کہ خبر متواتر کے ناقلین عام طور پر غیر نبی ہوتے ہیں۔

اگر نبی علیہ السلام بھی روایت فرمائیں تو ان نبی علیہ السلام کے راوی غیر نبی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال تمام راوی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے طبقہ علیا سے نہیں ہوتے تو غیر نبی راوی کے سبب کذب کا احتمال بلا دلیل اس خبر متواتر میں شامل ہو جائے گا، پھر خبر متواتر قطعی بالمعنی الاخص کیسے ہوگئی؟

جواب: خبر متواتر میں کذب محال عادی ہوتا ہے، گرچہ کذب کا امکان عقلی موجود ہو۔ خبر متواتر ایک دو آدمی کی خبر نہیں ہوتی، بلکہ اتنے لوگوں کی روایت ہوتی ہے کہ جن کا کذب پر متفق ہونا محال عادی ہو۔

قال التفتازانی: {(احدهما الخبر المتواتر) سمی بذلک لما انه لا یقع دفعة، بل علی التعاقب والتوالی-(وهو) ای الخبر (الثابت علی السنة قوم لا یتصور تواطؤهم) ای لا یجوز العقل توافقهم (علی الکذب) و مصداقه وقوع العلم من غیر شبهة (وهو) بالضرورة (موجب للعلم الضروری کالعلم بالملوک الخالیة فی الازمنة الماضیة والبلدان النائیة)

یحتمل العطف علی الملوک وعلی الازمنة والاول اقرب وان کان ابعد-فههنا امران -احدهما ان المتواتر موجب للعلم وذلک بالضرورة -فانا نجد من انفسنا العلم بوجود مکة وبغداد وانه لیس الا بالاخبار- والثانی ان العلم الحاصل به ضروری وذلک لانه یحصل للمستدل وغیره حتی الصبیان الذین لا اهتداء لهم الی العلم بطریق الاکتساب

وترتیب المقدمات}(شرح العقائد النسفیہ :ص۳۵،۳۶:اشرفیہ مبارک پور)

توضیح: تمام خبر متواتر میں جانب مخالف کا استحالہ عادیہ موجود ہوتا ہے۔ضروریات دین کی جانب مخالف میں بھی یہ امتناع عادی موجود ہوتا ہے۔ساتھ ہی ضروریات دین میں جانب مخالف عقلاً بھی محال ہوتی ہے۔یا محال بالذات ہوگی،یا محال بالغیر۔

قال العسقلانی فی بحث الخبر المتواتر: {وتلک الکثرة احد شروط التواتر–اذا وردت بلا حصر عدد معین–تکون العادة قد احالت تواطؤهم علی الکذب–وکذا وقوعه منهم اتفاقا من غیر قصد–فلا معنی لتعیین العدد علی الصحیح–ومنهم من عَیَّنَه فی الاربعة–وقیل:فی الخمسة–وقیل:فی السبعة–وقیل:فی العشرة– وقیل:فی الاثنی عشر–وقیل:فی الاربعین–وقیل:فی السبعین–وقیل:غیر ذلک.

وتمسک کل قائل بدلیل جاء فیه ذکر ذلک العدد،فافاد العلم–و لیس بلازم ان یطرد فی غیره لاحتمال الاختصاص–فاذا ورد الخبر کذلک–وانضاف الیه ان یستوی الامر فیه فی الکثرة المذکورة من ابتدائه وانتهائه–والمراد بالاستواء ان لا تنقص الکثرة المذکورة فی بعض المواضع–لا ان لا تزید–اذ الزیادة هنا مطلوبة من باب اولٰی.

وان یکون مستند انتهائه الامر المشاهد او المسموع،لا ما ثبت بقضیة العقل الصرف فاذا جمع هذه الشروط الاربعة وهی عدد کثیر، احالت العادة تواطئهم وتوافقهم علی الکذب،رووا ذلک عن مثلهم من الابتداء الی الانتهاء،وکان مستند انتهائهم الحس،وانضاف الی ذلک ان یصحب خبرهم افادة العلم لسامعه فهذا هو المتواتر–وما تخلفت افادة

العلم عنه كان مشهورا فقط-فكل متواتر مشهور من غير عكس-وقد يقال ان الشروط الاربعة اذا حصلت استلزمت حصول العلم وهو كذلك فى الغالب،لكن قد يتخلف عن البعض لمانع}

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۸، ۹: جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

خبر متواتر شک وشبہہ سے بالاتر اور قطعی بالمعنی الاخص

خبر متواتر شک وشبہہ سے بالاتر ہوتی ہے، اور قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے، یعنی اس میں احتمال بلا دلیل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

ضروریات دین کی تشریح میں کہا جاتا ہے کہ خواص وعوام کو ان کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں معرفت سے بالفعل معرفت مراد نہیں ، بلکہ مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک کو بلا نظر واستدلال اس کی یقینی بدیہی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔خبر متواتر سے یقین کا حصول نظر وکسب پر موقوف نہیں ہوتا۔خبر متواتر سے بچوں کو بھی یقین بدیہی (علم ضروری) حاصل ہوجاتا ہے، جو نظر وکسب کا مفہوم بھی نہیں جانتے۔

قال العسقلانى فى بحث الخبر المتواتر : {(فالاول المتواتر وهو المفيد للعلم اليقينى)فاخرج النظرى على ما ياتى تقريره(بشروطه)التى تقدمت واليقين هو الاعتقاد الجازم المطابق وهذا هو المتعمد ان الخبر المتواتر يفيد العلم الضرورى وهو الذى يضطر الانسان اليه بحيث لا يمكن دفعه-وقيل لا يفيد العلم الا نظريا وليس بشىء-لان العلم بالمتواتر حاصل لمن ليس له اهلية النظر كالعامى،اذ النظر ترتيب امور معلومة او مظنونة يتوصل بها الى علوم او ظنون وليس فى العامى اهلية ذلك فلو كان نظريا لما حصل لهم-ولاح بهذا التقرير الفرق بين العلم

الضروری والعلم النظری-اذ الضروری یفید العلم بلا استدلال-والنظری یفیده ولکن مع الاستدلال علی الافادة-وان الضروری یحصل لکل سامع-والنظری لا یحصل الا لمن له اھلیة النظر}

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص۱۰،۱۱: جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

توضیح: دراصل کسی ایک فرد کی روایت اور کثیر افراد کی روایت میں فرق ہے۔ کثرت کے سبب کذب پر ان تمام کا اتفاق محال عادی ہو جاتا ہے۔ ان راویوں میں تمام کا غیر صالح اور کاذب ہونا بھی محال عادی ہے اور ہر طبقہ میں غیر صالح لوگوں کا وجود ہونا بھی محال عادی ہے۔

قال التفتازانی: (فان قیل: خبر کل واحد لا یفید الا الظن وضم الظن الی الظن لا یوجب الیقین-وایضا جواز کذب کل واحد یوجب جواز کذب المجموع-لانه نفس الاحاد.

قلنا: ربما یکون مع الاجتماع ما لا یکون مع الانفراد کقوة الحبل المؤلف من الشعرات) (شرح العقائد النسفیہ ص۳۶-اشرفیہ مبارک پور)

بعض خبریں مشہور ہوتی ہیں، لیکن متواتر نہیں ہوتیں، مثلاً کسی ایک یا چند لوگوں نے کوئی بات کہہ دی، پھر اس کی شہرت ہو جاتی ہے۔ غیر مسلم اقوام کی بہت سی مذہبی باتیں اسی طرح کی ہیں۔ اس کا ابتدائی مرحلہ تواتر کی شرطوں سے خالی ہوتا ہے۔

کسی نے کوئی بات کہہ دی تو لوگ اسے اختیار کر لیتے ہیں، پھر اس کی شہرت ہو جاتی ہے، بلکہ متواتر امور سے زیادہ شہرت اسے مل جاتی ہے۔

کسی قول کی متواتر روایت اور کسی نفس الامری حقیقت کی متواتر روایت میں فرق ہے۔ نفس الامری حقیقت کی متواتر روایت میں اس حقیقت کا یقین حاصل ہوتا ہے اور کسی کے قول کی متواتر روایت میں متکلم سے اس قول کے ثبوت وصدور کا یقین حاصل ہوتا ہے،

خواہ وہ قول نفس الامر کے مطابق ہو، یا نفس الامر کے مطابق نہ ہو۔

مسیلمہ کذاب کے دعوی نبوت کی خبر تواتر کے ساتھ ثابت ہے ،لیکن خود یہ دعویٰ کاذب ہے۔اس تواتر کا مفہوم یہ ہوا کہ قائل کی طرف اس دعویٰ کی نسبت قطعی اور یقینی ہے۔

اسی طرح غیر مسلم اقوام کے اسلاف کے اقوال نفس الامر کے خلاف ہوں اور تواتر کے ساتھ مروی ہوں تو اس کا مفہوم صرف یہ ہوا کہ اس قول کا ثبوت متواتر ہے۔

اس سے قول کا صادق ہونا لازم نہیں آ تا۔ جب کسی نفس الامری حقیقت کی روایت تواتر سے ہوتو اس تواتر سے اس نفس الامری حقیقت کا قطعی ویقینی ہونا ثابت ہوگا۔

سوال: خبر متواتر سے ضروری دینی کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے؟

خبر متواتر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک براہ راست سماعت نہیں کیا جاتا۔ یہاں متعدد وسائط ووسائل ہوتے ہیں۔

جواب: جس خبر متواتر سے ضروری دینی کا ثبوت ہوتا ہے،اس خبر میں وہی دینی قول نقل کیا جاتا ہے، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا گیا ہے۔

جس طرح حاسہ سمع وبصر سے حاصل ہونے والا علم قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے،اسی طرح خبر متواتر سے حاصل ہونے والا علم قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے،اور کذب کے احتمال سے محفوظ و مامون ہوتا ہے۔

قال التفتازانی: {العلم الضروری فی المتواترھو العلم بکونہ خبر الرسول علیہ السلام،لان ھذا المعنی ھو الذی تواتر الاخبار بہ-وفی المسموع من فی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو ادراک الالفاظ وکونہا کلام الرسول صلی اللہ علیہ وسلم}

(شرح العقائد النسفیہ :ص ۳۹: جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

چوں کہ خبر متواتر کے ذریعہ موصول ہونے والا قول نبوی بھی فرمان نبوی ہی ہے، اور دربار رسالت کے غیر حاضر تک قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو کر پہنچا تو وہ ضروری دینی ہو گیا ۔قول نبوی اسی وقت متواتر ہوگا ، جب کثیر تعداد نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسے سنا ہو، پھر کثیر تعداد نے اس کی روایت کی ہو کہ جتنی تعداد تواتر کے لیے مشروط ہو۔

سوال: مذکورہ بالا تشریح کے مطابق جس صحابی نے بھی کوئی دینی قول نبوی سماعت کی تو وہ ان کے حق میں ضروری دینی ہے؟

جواب: ہاں، وہ دینی قول نبوی سماعت کرنے والے صحابی کے حق میں ضروری دینی ہے اور غیر حاضر کے لیے اس وقت ضروری دینی ہوگا ، جب اس کو قطعیت بالمعنی الاخص کے ساتھ موصول ہو، مثلاً اسی قول کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے صحابی کے سامنے دہرادیا ہو، یا غیر حاضر کو خبر متواتر کے ذریعہ معلوم ہوا کہ یہ قول نبوی ہے۔

اگر غیر حاضر کے حق میں ظنی ہے تو وہ اس کے حق میں ضروری دینی نہیں ۔اس طرح زبان اقدس سے امر دینی سماعت کرنے الے صحابی کے حق میں تمام مسموعات دینیہ ضروری دینی ہیں ،اور غیر حاضر کے لیے بعض امور ضروری دینی ہیں اور بعض امور غیر ضروری دینی ہے۔حاضر وغیر حاضر کے فرق کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)قال الهیتمی: {وَیَختَلِفَان فِیْمَا نُقِل اٰحَادًا–کسوال الْمَلَکَیْنِ ووجوب زکاۃ الفطر–فَلَا یَکْفُرُ بِاِنْکَارِہ اِلَّا الشَّاھِد فقط ما لم یدَّع نحو نَسْخٍ–لِاَنَّه عَلِمَ بِالضَّرُوْرَۃِ مجیءَ النَّبی صلی اللّٰه علیه وسلم به لِسماعه منه صلی اللّٰه علیه وسلم–وقیل:انکارسوالهما کُفْرٌ ولوفی حق الغائب لِتَوَاتُرِہ مَعْنًی–وَمَحَلُّه اِنْ اَنْکَرَہ بَعْدَ تَوَاتُرِہ عِنْدَہٗ بخلاف قَبْلِه–لِاَنَّه لَا تَکْذِیْبَ فِیْهِ

حِیْنَـئِذٍ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-وَاِنَّمَا فِیْہِ تَکْذِیْب او تغلیط لِلرُّوَاۃِ-اَوْ نحو ھما-ومن ثم لَوْ عُلِمَ مِنْہُ اَنَّہ رَدَّہٗ اِسْتِخْفَافًا لِاَجَلِ التصریح بہ فی السنۃ دون القراٰن،کَفَرَ}(الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۱-دارالفکر بیروت)

توضیح:علامہ ہیتمی کے قول((یختلفان))سے مراد یہ ہے کہ دربار نبوی کے حاضر اور غیر حاضر کا حکم خبر واحد میں جدا گانہ ہے۔

(۲)قال الھیتمی:{وَرَدُّ حَدِیْثِہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنْ کَانَ مِنْ حیث السند-فَلَا کُفْرَ بِہٖ مُطْلَقًا-اَوْ مِنْ حیث نسبتہ لہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم،کُفْرٌ مُطْلَقًا-کَمَا ھُوَ ظَاھِرٌ فِیْھِمَا}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۶)

(۳)قال العلامۃ البدایونی:{یَکْفُرُ الشَّاھِدُ بِاِنْکَارِ اِیْجَابِ صَدَقَۃٍ بِسِمَاعِہٖ مِنْ فِیْہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-وَ یُفَسَّقُ الغائب وَیُضَلَّلُ-لِاَنَّہٗ لَمَّا لَمْ یَسْمَعْہُ من فیہ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ-لَمْ یَکُنْ ثُبُوْتُہٗ قَطْعِیًّا-فَلَمْ یَکُنْ اِنْکَارُہٗ تَکْذِیْبًا لَہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-بَلْ لِلرُّوَاۃِ وَتَغْلِیْطًا لَھُمْ-وھو فِسْقٌ وَضَلَالٌ،لَا کُفْرٌ-اَللّٰھُمَّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِکَوْنِہٖ انما قالہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ولم ینزل فی القراٰن صَرِیْحًا-فَیَکْفُرُ لاستخفافہ بجناب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم}(المعتقد المنتقد ص۲۱۲-المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح:کسی نے قول نبوی کا اس لیے انکار کیا کہ وہ قول نبوی ہے،فرمان خداوندی نہیں ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخفاف وبے ادبی کے سبب کفر کا حکم ہوگا۔اس انکار میں بے ادبی ہے،اور بے ادبی کفر ہے۔اسی طرح اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب بھی ہے۔تکذیب نبی بھی کفر ہے۔

ظنی روایت(خبر واحد)میں احتمال بالدلیل اور قطعی بالمعنی الاعم روایت(متواتر

معنوی) میں احتمال بلا دلیل ہونے کے سبب اس سے ضروری دینی کا اثبات نہیں ہوگا، کیوں کہ اس قول نبوی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص کا قطعی بالمعنی الاخص علم ہمیں نہیں ہوسکا۔ جب ہمیں قطعی علم ہوگا، تب وہ ہمارے حق میں ضروری دینی ہوگا، اسی لیے ضروری دینی کا قطعی علم جس کو نہ ہوتو اس کے انکار کے سبب اس پر حکم کفر عائد نہیں ہوگا، مثلاً کوئی شخص نومسلم ہے، اس نے کسی ضروری دینی کا انکار کیا تو اسے بتایا جائے گا۔

جب وہ امر اس کے حق میں متواتر ہو جائے، تب بھی انکار کرے تو حکم کفر ہوگا، کیوں کہ اب اس کے انکار سے تکذیب ہو رہی ہے۔ یہی حکم اس شخص کا جو مسلمانوں کی آبادی سے دور ہو، اور اسے اس ضروری دینی کا علم نہ ہو۔

اگر کوئی مسلم، مسلمانوں کی آبادی میں رہتا ہو اور اس کے لیے علم دین حاصل کرنے کے وسائل بھی موجود تھے، پھر بھی اپنی سستی وغفلت کے سبب حاصل نہ کیا اور ضروری علم سے غافل رہا، جب کہ اس کے لیے کوئی شرعی مانع بھی موجود نہیں تھا تو اس ترک واجب کے سبب وہ گنہ گار ضرور ہے، لیکن حکم کفر کے لیے ضروری دینی کا علم لازم ہے۔ لاعلمی کی حالت میں انکار کے سبب متکلمین کے یہاں حکم کفر عائد نہیں ہوگا۔

قال الهيتمی: {واعلم ان التردد فی المعلوم من الدين بالضرورة كالانكار–وان الكلام فی مخالط لِلْمُسْلِمِيْنَ بخلاف غير المخالط لهم–فانه لايكفر بانكار ذلک ولابالتردد فيه–مَا دَامَ لَمْ يَتَوَاتَرْ عنده كَمَا صَرَّحَ به بعض ائمتنا–وبه يعلم انه لا يكفی فی الكفر بالانكار ان يقول شخص او اشخاص لم يبلغوا عَدَدَ التَّوَاتُرِ –هذا واجبٌ او حلالٌ او حرامٌ–بل لَابد اَنْ يَتَوَاتَرَ عنده ذلک–فاذا تَوَاتَرَ عنده، كَفَرَ بِالشَّکِّ اَوِ الْاِنْكَارِ–لِاَنَّهٗ مُكَذِّبٌ لِلنَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم–وهذا اَدَلُّ دَلِيْلٍ عَلٰى ان تفاصيل المعلوم من

الدین بالضرورۃ غیر شرط فی صحۃ الایمان ابتداءً}

(الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۲-دار الفکر بیروت)

قال الھیتمی بعد ایراد اَمْثِلَۃٍ لِاِنْکَارِ الضَّرُوْرِیِّ: {ومحل ھذا کلہ فی غیر من قرب عھدہ بالاسلام- اَوْ نَشَأَ ببادیۃ بعیدۃ-وَاِلَّا عُرِّفَ الصَّوَابَ- فان انکر بعد ذلک،کَفَرَ فِیْمَا یَظْھَرُ-لان انکارہ حینئذ فیہ تَضْلِیْلُ الْاُمَّۃِ- وَسَیَأْتِی عن الروضۃ عن القاضی عیاض-ان کل ما کان فیہ تضلیل الامۃ یکون کُفْرًا} (الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۵۳)

قال الھیتمی:{ان المعلوم من الدین بالضرورۃ لایشترط التصدیق بہ او ببعضہ تفصیلًا اِلَّا مِمَّنْ عَلِمَہٗ تَفْصِیْلًا بِاَنْ تَوَاتَرَ عندہ-فَلَا بُدَّ من التصدیق لہ والا کان کافرًا-وَاَمَّا مَنْ لَمْ یَتَوَاتَرْ شَیْءٌ منہ فیکفیہ التصدیق الاجمالی-کَمَا عَلِمْتَ مِنْ اَنَّ اِنْکَارَہٗ قبل التواتر غیر کفر}

(الفتاوی الحدیثیہ ص۱۴۳-دار الفکر بیروت)

سوال: قول نبوی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے، پھر وہ ظنی روایت کے سبب ظنی ہو جائے تو انقلاب حقیقت لازم آئے گا؟

جواب: قول نبوی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اور صادق ومطابق نفس الامر ہی ہوتا ہے،لیکن ظنی روایت کے سبب اس کے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کا علم قطعی بالمعنی الاخص ہمیں نہیں ہوسکا۔ظنی روایت میں امکان ہے کہ کسی راوی سے روایت میں کچھ سہو ونسیان ہوا ہو۔اس سے لفظ میں تبدیلی ہوسکتی ہے، یا کسی نے کوئی روایت گڑھ کر بیان کردی ہو،اوراس کے علاوہ احتمالات۔

ظنی روایت کے ذریعہ موصول ہونے والے قول نبوی کا قطعی الثبوت بالمعنی الاخص

ہونا جب بھی ہمارے لیے قطعی بالمعنی الاخص طور پر ثابت ہوجائے گا تو وہ ضروری دینی ہو جائے گا ،مثلاً آج چند لوگوں نے ایک قول نبوی کو ہمارے سامنے بیان فرمایا، پھر بعد میں رفتہ رفتہ اتنے لوگوں نے اسی قول نبوی کو ہمارے سامنے بیان کیا کہ جن کی تعداد خبر متواتر میں مشروط تعداد سے بھی بہت زیادہ ہے تو اب ہمیں اس قول نبوی کے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کا قطعی بالمعنی الاخص علم ہو گیا تو یہاں قول نبوی کی حقیقت نہیں بدل رہی ہے کہ کبھی وہ قطعی تھا، پھر ظنی ہو گیا، بلکہ ہمارے علم کی کیفیت بدل رہی ہے کہ کبھی اس قول نبوی سے متعلق ہمیں ظنی علم تھا، پھر قطعی علم ہو گیا۔

انقلاب حقیقت وقلب ماہیت اگر فلاسفہ کے اعتبار سے صحیح نہ بھی ہو تو انقلاب کیفیت یقیناً صحیح ہے۔ کیفیت بدلتی رہتی ہے، جس کا مشاہدہ ہمیں اپنے جسم اور دیگر امور میں بھی ہوتا رہتا ہے۔ انسان کبھی کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے، پھر شفایابی حاصل ہوتی ہے۔ یہ انقلاب کیفیت ہے۔ انقلاب کیفیت سارے جہاں میں جاری ہے۔ قلب حقیقت اور انقلاب ماہیت کا ثبوت بھی شریعت اسلامیہ میں ہے۔

شراب سے سرکہ بن جاتا ہے تو حلال ہو جاتا ہے، جب کہ شراب حرام ہے، لیکن انقلاب حقیقت کے سبب حکم بدل گیا۔ فقہی کتابوں میں اس طرح کی مثالیں موجود ہیں۔

خود انسان اپنی تولید پر غور کرے۔ نطفہ سے گوشت اور ہڈی والا جسم تیار ہو جاتا ہے ۔ یقیناً اس کو انقلاب ماہیت ہی کہا جائے گا۔ کھانا پکانے کے وقت پانی کا بھاپ بن کر اڑ جانا روزانہ کا مشاہدہ ہے۔ یہاں پانی ہوا بن کر اڑ جاتا ہے۔ یہ سب انقلاب ماہیت ہے ،گرچہ فلاسفہ اس کا انکار کریں اور انقلاب ماہیت کی بجائے کون وفساد کا نام اسے دیں۔

قال الشامی: (والظاهر ان مذهبنا ثبوت انقلاب الحقائق بدليل ما ذكروه فی انقلاب عين النجاسة– كانقلاب الخمر خلا–والدم مسكا

ونحو ذلک: واللّٰہ اعلم (ردالمحتار جلد اول ص ۴۹ - دارالفکر بیروت)

سوال: مذکورہ توضیحات سے یہ ظاہر ہوا کہ بعض امور بعض کے حق میں ضروری دینی ہو، اور بعض کے حق میں ضروری دینی نہ ہو؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے دینی امر سننے والے کے حق میں وہ امر ضروری دینی ہوگا۔

غیر حاضر کے لیے وہ امر دینی، ضروری دینی اسی وقت ہوگا، جب وہ اس غیر حاضر کو خبر متواتر کے ذریعہ موصول ہو۔

تعریف دوم کا تجزیہ

تعریف دوم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔

ضروری دینی کی تعریف دوم دربار رسالت کے غیر حاضرین کے ساتھ خاص ہے۔

حاضرین دربار رسالت کے واسطے خاص تعریف منقول نہیں۔

حاضرین دربار رسالت کی خاص تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاسہ سمع وبصر کے ذریعہ حاصل ہو۔

(الف) حاضر دربار رسالت اور غیر حاضر کے لیے جو خاص تعریف ہے، وہ سبب حصول (یعنی حاسہ سمع وبصر اور خبر متواتر) کے ذریعہ کی گئی ہے، اور کسی امر کا سبب حصول اس کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے، جیسے زید کے حصول وتولد کے لیے اس کا باپ سبب ہے تو زید کا باپ زید کی حقیقت میں داخل نہیں۔ بجلی کا حصول تار کے ذریعہ ہوتا ہے تو تار بجلی کی حقیقت میں شامل وداخل نہیں۔

اسی طرح دربار اعظم سے غیر حاضر کو ضروری دینی کا حصول خبر متواتر کے ذریعہ ہوتا ہے اور حاضر دربار اعظم کو حواس ظاہرہ کے ذریعہ ضروری دینی کا حصول ہوتا ہے تو خبر متواتر اور حواس ظاہرہ ضروری دینی کے حصول کے اسباب وذرائع ہیں اور اسباب وذرائع شیٔ کی حقیقت سے خارج ہوتے ہیں اور تعریف بالخارج رسم ہوتی ہے تو یہ دوسری تعریف ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہوئی۔

(ب) جب کسی صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی دینی بات سماعت کی، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر شدہ کسی دینی فعل کا مشاہدہ کیا تو وہ قول نبوی وفعل نبوی اس کے حق میں ضروری دینی ہو گیا۔

یہ امر دینی اس کے حق میں ضروری دینی ہو گیا، لیکن ابھی اس کی روایت نہیں ہوئی ہے۔ نہ متواتر روایت نہ ہی غیر متواتر روایت۔

اس سے واضح ہو گیا کہ متواتر ہونا ضروری دینی کے لیے وصف غیر لازم ہے۔ اگر یہ وصف لازم وجود ہوتا تو اس کے وجود کے وقت سے ہی اس کے ساتھ ہوتا۔ وصف خواہ لازم ہو یا غیر لازم، وہ شیٔ کی حقیقت کا جز یعنی جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے جیسے انسان کا سامع وباصر ہونا۔ یہ انسان کے اوصاف میں سے ہیں، لیکن اس کی حقیقت کا جز نہیں۔

تعریف سوم کا تجزیہ

تعریف سوم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے مجمع علیہ (اجماعی) ہو۔

(الف) اگر اس صحابی نے تنہا دین سے متعلق کوئی قول نبوی سنا یا کسی دینی فعل نبوی کا مشاہدہ کیا تو اس کے حق میں وہ ضروری دینی ہے، لیکن ابھی وہ امر اجماعی نہیں، کیوں کہ اس صحابی کے علاوہ کسی کو اس کا علم ہی نہیں، پھر اجماعی کیسے ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اجماعی ہونا ضروری دینی کا وصف غیر لازم ہے۔شئ کا وصف لازم یا غیر لازم اس کے لیے جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے۔

(ب) جب کسی امر کا وجود ہو جائے گا،تب اس پر اجماع یا اس میں اختلاف ہوگا۔ وجود کے بعد جو عوارض کسی شئ کو لاحق ہوں، وہ اس کی ذات میں داخل اور جزئے ذات نہیں ہوتے۔اگر وہ عوارض جزئے ذات ہوتے تو ان عوارض کے بغیر شئ کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

تعریف چہارم کا تجزیہ

تعریف چہارم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور علما کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

(الف) اگر اس صحابی نے تنہا دین سے متعلق کوئی قول نبوی سنا، یا کسی دینی فعل نبوی کا مشاہدہ کیا تو اس کے حق میں وہ ضروری دینی ہے،لیکن ابھی اس صحابی کے علاوہ کس کا علم خواص یا عوام کسی کو نہیں، پس ثابت ہوا کہ خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کا وصف غیر لازم ہے۔شئ کا وصف لازم یا غیر لازم اس شئ کی حقیقت کا جز اور جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے۔

بہت سے ایسے دینی امور ہیں کہ اس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام ضرور جانتے ہیں،لیکن وہ ضروری دینی نہیں، مثلاً کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا۔یہ سب کو معلوم ہے،لیکن یہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔

اگر خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کی حقیقت کا جز اور فصل ہوتا تو وہ تمام دینی امور ضروری دینی ہو جاتے، جس کو خواص وعوام جانتے ہیں، حالاں کہ ایسا نہیں۔

بہت سے اسلامی آداب ایسے ہیں کہ عام طور پر جاہل مومنین بھی اس سے ناواقف نہیں، جیسے بیٹھ کر پیشاب کرنا، پیشاب کے بعد پانی یا مٹی سے پاکی حاصل کرنا، کھڑے ہو کر پانی نہ پینا۔الغرض اسلامی تہذیب وثقافت کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کو جاہل

مومنین بھی جانتے ہیں، لیکن وہ دینی امور ضروریات دین میں سے نہیں۔

(ب) جب کسی قولی یا فعلی دینی امر کا صدور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جائے گا، تب خواص عوام کو اس کا علم ہوگا۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی قول نبوی وفعل نبوی کے صدور اور اس کے وجود کے لیے خواص وعوام کا جاننا ضروری نہیں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سے ایسے اعمال کا صدور ہوا ہوگا، جس کا علم خواص وعوام کو نہیں، مثلاً نفل عبادتیں جو قول وفعل پر مشتمل ہوتی ہیں، مثلاً نماز نفل جو قول وفعل پر مشتمل ہے۔ تسبیحات وغیرہ۔ ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفل روزہ رکھا ہو، جس کا علم کسی کو نہ ہو۔

اگر کسی قول کا فعل کا صدور ووجود خواص وعوام کے علم پر موقوف ہوتا اور عوام وخواص کا اس کو جاننا اس قول یا فعل کی حقیقت کا جز ہوتا تو خواص وعوام کے علم کے بغیر اس قول یا فعل کا صدور ہی نہیں ہوتا۔

الحاصل عوام وخواص کا جاننا کسی قول نبوی وفعل نبوی کی حقیقت کا جز نہیں، جب حقیقت کا جز نہیں تو وہ نہ جنس ہوگا، نہ فصل، بلکہ اس کے عوارض اور اوصاف میں سے ہوگا۔

وجود کے بعد جو عوارض کسی شئ کو عارض ولاحق ہوں، وہ ہرگز اس کی ذات میں داخل اور جزئے ذات نہیں ہوں گے۔ اگر وہ عوارض جزئے ذات ہوتے تو ان عوارض کے بغیر شئ کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ عوام وخواص کا جاننا ضروری دینی کے لیے جنس یا فصل نہیں۔

تعریف پنجم کا تجزیہ

تعریف پنجم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو (مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔

(الف) جب ضروری دینی حقیقت میں بدیہی ہوتی ہی نہیں تو بدیہی ہونا اس کی حقیقت کا جز کیسے ہوگا۔ ضروری دینی اصل میں نظری ہوتی ہے۔ مومنین کے حق میں اس

لیے بدیہی ہوگئی کہ اس کا مبنیٰ ان کے لیے بدیہی ہو چکا ہے۔ نبی کی ہر بات سچی ہوگی۔ یہ مبنیٰ ہے، اور یہ مبنیٰ اصل میں نظری ہے، لیکن یہ مبنیٰ ایمان بالرسول علیہ الصلوٰۃ السلام کے سبب مومنین کے لیے بدیہی ہو چکا ہے۔

اس مبنیٰ کی بداہت کے سبب قول نبوی وفعل نبوی کی سچائی وحقانیت مومنین کے لیے بدیہی ہوگئی۔ مومنین کو قول نبوی وفعل نبوی کی صداقت وحقانیت کے علم ویقین کے واسطے ترتیب مقدمات کی ضرورت باقی نہیں۔

(ب) ضروریات دین اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں، لیکن مومنین کے لیے بد یہی ہیں اور غیر مومنین کے لیے نظری ہیں، کیوں کہ ضروریات دین کے بدیہی ہونے کی بنیاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو تسلیم کر لینا ہے۔ جب مومنین نے رسالت ونبوت کو تسلیم کر لیا تو ضروریات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی ہوگئیں اور غیر مومنین کے لیے نظری باقی رہیں۔

الحاصل ضروری دینی کے لیے بداہت وصف عارض غیر لازم ہے۔ وصف خواہ لازم ہو یا غیر لازم، وہ موصوف کی حقیقت کا جز اور ذاتی نہیں ہوتا، پس بداہت ضروری دینی کے لیے نہ فصل ہوگی نہ جنس۔

مذکورہ مباحث سے ظاہر ہوگیا کہ ضروری دینی کی تعریف اول، تعریف بالحد ہے، اور اس کے علاوہ دیگر چاروں تعریفات، تعریف بالرسم ہیں۔

ان تعریفات اربعہ میں بیان کردہ اوصاف ضروری دینی کے لیے خاصہ ہیں۔ جنس قریب اور خاصہ سے جو تعریف مرکب ہو، وہ رسم تام کہلاتی ہے۔ ان اوصاف کے خاصہ ہونے کی بحث ''تعریفات اربعہ تعریف بالرسم کیوں؟'' میں مرقوم ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم:: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

فصل دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

ضروریات دین اور تواتر

غیر حاضرین کے لیے ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں۔

وصال مبارک کے بعد بلا واسطہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔مومنین مابعد کو جو دینی امور حاصل ہوں گے، وہ مومنین ماقبل سے حاصل ہوں گے۔ان میں سے جو دینی امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہوں، وہ ضروریات دین میں شمار ہوں گے۔فصل دوم میں امور متواترہ سے متعلق چند فائدہ بخش مباحث مرقوم ہیں۔

(۱)اگر لفظ ومعنی دونوں تواتر کے ساتھ منقول ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک ضروریات دین میں سے ہوگا،اور دونوں میں سے ہر ایک کا انکار کفر ہوگا، جیسے ختم نبوت کی آیت کریمہ کا انکار بھی کفر ہے،اوراس کے متواتر معنی کا انکار بھی کفر ہے۔اگر معنی کو تسلیم کرتا ہے،لیکن آیت قرآنیہ کا انکار کرتا ہے تو یہ بھی کفر ہے،اور اگر آیت قرآنیہ کو تسلیم کرتا ہے، لیکن معنی کا انکار کرتا ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

(۲)اگر صرف لفظ تواتر کے ساتھ منقول ہے،لیکن معنی تواتر کے ساتھ منقول نہ ہو، نہ لفظ مفسر ہو کہ اپنے مفہوم پر قطعی بالمعنی الاخص طور پر دلالت کرے تو لفظ ضروریات دین میں سے ہوگا اور معنی ضروریات دین سے خارج ہوگا۔

اس متواتر لفظ کا انکار کفر ہوگا اور معنی کا انکار کفر نہیں ہوگا، جیسے قرآن مجید کی ظنی

الدلالت آیات مقدسہ اوراس کے الفاظ وحروف کا انکار کفر ہوگا،لیکن معنی میں ائمہ مجتہدین کا اجتہاد جاری ہوگا۔

(۳)اگر معنی تواتر کے ساتھ منقول ہو،لیکن لفظ تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوتو معنی ضروریات دین میں سے ہوگا،اورلفظ ضروریات دین سے خارج ہوگا۔

اس متواتر معنی کا انکار کفر ہوگا،لیکن صرف لفظ کا انکار کفر نہیں ہوگا،جیسے نماز پنج گانہ کے ثبوت سے متعلق حدیثوں کے الفاظ کا انکار کفر نہیں ہوگا،کیوں کہ وہ حدیثیں متواتر نہیں ہیں،لیکن نماز پنج گانہ کا انکار کفر ہوگا۔

ضعیف وموضوع حدیثوں کا انکار بھی کفر ہوگا،جب کہ قول نبوی سمجھ کر اس کا انکار کرے،کیوں کہ ایسی صورت میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف شان وتنقیص ثابت ہوتی ہے،اورتخفیف شان کے سبب حکم کفر جاری ہوتا ہے،ورنہ حدیث موضوع کے انکار ہی کا حکم ہے۔اس کی وجہ تکفیر کو متحضر رکھا جائے۔

الفاظ متواترہ کا حکم

مکمل قرآن مجید یعنی اول سے آخر تک متواتر ہے۔اس کی کسی ایک آیت، بلکہ کسی حرف کا بھی انکار کفر کلامی ہے۔

قرآن مجید کی سات متواتر قرأتیں ہیں۔کسی قرأت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔امر دینی متواتر یعنی ضروری دینی کا انکار کفر ہے۔

قال القاضی:{وکذلک مَنْ اَنْکَرَ الْقُرْاٰنَ اَوْحَرْفًا مِنْہُ–اَوْ غَیَّرَ شَیْئًا مِنْہُ–اَوْ زَادَ فِیْہِ کفعل الباطنیة والاسماعیلیة–اَوْ زَعَمَ اَنَّہٗ لَیْسَ بِحُجَّةٍ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم–اَوْ لَیْسَ فِیْہِ حُجَّةٌ وَلَا مُعْجِزَةٌ–کقول ھشام الفوطی ومعمر الصَّیْمَرِیِّ–اَنَّہٗ لا یَدُلُّ عَلَی اللّٰہ وَلَاحُجَّةَ فِیْہِ لِرَسُوْلِہٖ–وَلَا یَدُلُّ عَلٰی

ثَـوَابٍ وَلَا عـقَـابٍ وَلَا حُـكْـمٍ- وَلَا مَـحَـالَةَ فِیْ كُـفْـرِهِـمَـا بـذلک القـول-وَكَـذٰلِکَ نُكَفِّرُهُمَا بِاِنْكَارِهِمَا اَنْ يَكُوْنَ فِیْ سَائر معجزات النبی صـلـی الـلّٰه علیه وسلم حُجَّةٌ لَهُ-اَوْ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ والارض دليلٌ عَلَی الـلّٰـهِ لِـمُـخَالَفَتِهِمِ الْاِجْمَاعَ وَالنَّقْلَ الْمُتَوَاتِرَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم بِاِحْتِجَاجِهٖ بِهٰذَا كُلِّهٖ-وَتَصْرِيْحِ الْقُرْاٰنِ بِهٖ} (الشفاءج۲ص۲۸۹)

احادیث متواترہ کے لفظ سے متعلق تادم تحریر کوئی یقینی حکم معلوم نہ ہوسکا، بلکہ اس کے وجود ہی میں اختلاف ہے، نیز احادیث کی روایت بالمعنی بھی ہوئی ہے۔احادیث طیبہ قرآن مجید کی طرح لکھ کر محفوظ نہ کی گئیں ، نہ ہی اس کے الفاظ وحروف کا وہ اہتمام کیا گیا، جیسے قرآن کا اہتمام کیا گیا، بلکہ احادیث میں صرف معنی ومفہوم کا لحاظ کیا گیا ہے۔قرآن مجید کی بھی سات متواتر قرأتیں ہیں۔

قال الملا احمد جیون: {لان فی وجود السنة المتواترة اختلافًا،قیل لم یوجدمنها شیء،وقیل انما الاعمال بالنیات،وقیل ،البینة علی المدعی والیمین علی من انکر}(نورالانوارص۱۷۶)

قال العسقلانی:{ذکر ابن الصلاح:ان مثال المتواتر علی التفسیر المتقدم یعز وجوده-الا ان یدعی ذلک فی حدیث:من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار-وما ادعاه من العزة ممنوع-وکذا ما ادعاه غیره من العدم} (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکرص۳۳-جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

الفاظ متواتر ہوں اور معانی غیر متواتر ہوں

آیت قرآنیہ اپنے معنی پرظنی الدلالت ہو،اوراس کے ظنی الدلالت معنی کا تعین حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا،لیکن وہ متعین معنی تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوسکا

تو اس کا انکار کفر کلامی نہیں، کیوں کہ وہ کسی متواتر امر کا انکار نہیں۔

آخرت میں رویت باری تعالیٰ سے متعلق آیت قرآنیہ رویت کے معنی میں مفسر نہیں اور اس معنی کا تعین کرنے والی حدیث تواتر کے ساتھ مروی نہیں، اسی لیے آخرت میں رویت باری کے انکار کرنے والے معتزلہ کی تکفیر کلامی نہیں ہوتی، گر چہ فقہا تکفیر کرتے ہیں۔

قال العلامة البدایونی:{واختلف فی تکفیر منکر الرویة فی الاخرة والشاک فیها،والمنع اوضح و التفسیق ارجح}

(المعتقد المنتقد ص۵۸-المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال التفتازانی:{(ورویة اللّٰه تعالی جائزة فی العقل،واجبة بالنقل وقد ورد الدلیل السمعی بایجاب رویة) المومنین(اللّٰه تعالی فی دارالاخرة)اما الکتاب فقوله تعالی:"وجوه یومئذ ناضرة::الی ربها ناظرة".

واما السنة فقوله علیه السلام:"انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلة البدر"وهو مشهور،رواه احد وعشرون من اکابر الصحابة رضوان اللّٰه علیهم-واما الاجماع فهو ان الامة کانوا مجمعین علی وقوع الرویة فی الاخرة،وان الایات الواردة فی ذلک محمولة علی ظواهرها ثم ظهرت مقالة المخالفین وشاعت شبههم وتاویلاتهم}

(شرح العقائد النسفیہ ص۹۰:جامعہ اشرفیہ مبارک پور)

وقد فصل التفتازانی تفصیلا کاملا فی شرح المقاصد(ج۳ ص۱۴۲ الی ۱۵۷:دارالکتب العلمیه بیروت)

توضیح: مسئلہ رویت باری میں اجماع سے اجماع متصل مراد نہیں، یعنی یہ معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی نہیں۔

ہاں، بعد میں کبھی اس مفہوم پر اہل اسلام کا اجماع ہو گیا کہ اس آیت کریمہ سے رویت مراد ہے، لیکن اس مفہوم کی وضاحت کرنے والی حدیث تواتر کے ساتھ مروی نہیں اور

آیت قرآنیہ رویت کے معنی میں مفسر نہیں۔

اگر آیت کریمہ اپنے معنی میں مفسر ہوتی ، یا وہ حدیث تواتر کے ساتھ مروی ہوتی تو یہ امر ضروریات دین میں سے ہوتا۔اسی طرح اگر یہ عقیدہ بھی تواتر کے ساتھ عہد رسالت سے مروی ہوتا تو رویت باری تعالیٰ کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہوتا۔

سوال : رویت باری تعالیٰ سے متعلق عہد رسالت میں صحابہ کرام کا کیا عقیدہ تھا؟

جواب: بہت سے امور پر عہد رسالت میں تفصیلی بحث نہ ہوئی ، نہ اس جانب توجہ ہوئی ، لہٰذا ایسی صورت میں تمام امور دینیہ کا اجمالی ایمان ثابت ہوگا ، اور عدم تفصیل کے وقت ایمان اجمالی کافی ہے۔

متواترات صحابہ کرام کا حکم

جوامر دینی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے تواتر کے ساتھ منقول ہو ، لیکن وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول وفعل نہ ہوتو وہ ضروریات دین (قسم اول) میں شمار نہیں ہوگا۔خلافت صدیقی کو بھی ضروریات دین میں شمار کیا گیا ہے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی خلافت سے متعلق کوئی فرمان تواتر کے ساتھ منقول نہیں ، پس خلافت صدیقی اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سبب ضروریات دین کی قسم دوم یعنی ضروریات اہل سنت میں شامل ہوگی۔

(1) خلافت صدیقی کا ثبوت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع سے ہوا ، اور صحابہ کرام کے اجماع سے ضروریات دین (قسم اول) کا ثبوت نہیں ہوتا۔

(2) اجماع صحابہ سے جو امر ثابت ہو ، وہ عہد رسالت میں معدوم ہوگا ، کیوں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اجماع عہد رسالت کے بعد ہوگا۔

(3) عہد رسالت میں اجماع فقہی کی کوئی صورت نہیں۔

(4) ضروریات دین کو مجمع علیہ کہنے کا مفہوم یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام ومومنین مابعد اس عقیدہ پر عہد رسالت سے متفق ہیں۔اسی اتفاق کو اجماع متصل کہا جاتا ہے۔

ضروری دینی (قسم اول) کا انکار کفر

(1) ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں۔ضروریات دین وضروریات اہل سنت۔

(2) ضروریات اہل سنت کا لفظ متقدمین کی تحریروں میں نہیں ملتا، بلکہ ضروریات کی دو قسم بتائی جاتی ہے۔قسم اول اور قسم دوم۔

ماضی قریب کے علمائے اسلام کی تحریروں میں ضروریات دین کی قسم دوم کو ضروریات اہل سنت کہا جاتا ہے،اورضروریات دین کو حسب سابق ضروری دینی کہا جاتا ہے۔قسم اول قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتی ہے اور قسم دوم قطعی الثبوت بالمعنی الاعم ہوتی ہے۔

(3) قسم اول کے لیے قطعی بالمعنی الاخص دلیل کی ضرورت ہے،اور قسم دوم کے لیے قطعی بالمعنی الاعم دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(4) متکلمین قسم اول کے انکار وتکذیب پر حکم کفر جاری کرتے ہیں اور قسم دوم کے انکار پر ضلالت وگمرہی کا حکم جاری کرتے ہیں۔

(5) متاخرین فقہائے احناف دونوں قسم کی ضروریات کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے ہیں۔اکثر متاخرین فقہائے احناف اور بعض دیگر فقہا کا یہی مذہب ہے۔دیگر مسالک کے اکثر فقہا اور متقدمین فقہائے احناف صرف قسم اول کے انکار پر حکم کفر جاری کرتے۔

(6) جو دینی امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں،خواہ اس کا ذکر قرآن مجید میں ہو، یا حدیث متواتر میں، یا عہد رسالت سے تاامروز وہ امر دینی تواتر کے ساتھ منقول ہو، جیسے نماز پنج گانہ۔یہ متواتر امور قطعی بالمعنی الاخص ہیں،یعنی ان میں جانب مخالف کا احتمال بلا دلیل یعنی احتمال بعید واحتمال فاسد کی کوئی راہ نہیں۔یہ امور قطعی بالمعنی

الاخص ہیں۔ان امور کا انکار متکلمین کے یہاں کفر ہے۔جس امر کا انکار متکلمین کے یہاں کفر ہوگا،اس کا انکار فقہا ومحدثین ہر ایک کے یہاں کفر ہوگا۔

(7) باب تکفیر میں دو مذہب ہیں:(۱) مذہب متکلمین (۲) مذہب فقہا۔کفر غیر کلامی کی بعض صورتوں میں محدثین کا اختلاف ہوتا ہے،لیکن محدثین کے اختلاف پر عمل نہیں ہوتا۔ دراصل محدثین حدیث نبوی کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے کبھی حکم کفر دیتے ہیں۔

(8) ارباب علم وفضل کی مستعمل اصطلاحات پر غور وفکر سے واضح ہوتا ہے کہ کبھی کسی ایسے امر کو بھی اہل سنت وجماعت کا اجماعی مسئلہ کہا جاتا ہے جو ضروریات اہل سنت میں سے نہ ہو،لیکن عہد صحابہ کے بعد کبھی اس پر اجماع قائم ہو گیا ہو۔یہ مسئلہ اجماعی ضرور ہوگا،لیکن ضروریات اہل سنت میں سے ہونا ضروری نہیں،کیوں کہ ضروریات اہل سنت کے لیے قطعی بالمعنی الاعم دلیل کی ضرورت ہے۔

(9) کبھی شعار اہل سنت پر ضروریات اہل سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔فرق وامتیاز اس دلیل سے ہوگا،جس سے اس کا ثبوت ہوا۔

جو سنت متواتر ہو،وہ ضروری دینی ہے

ضروریات دین میں صرف فرض امور نہیں ہیں،بلکہ اگر سنت بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے تو اس سنت کی سنیت کا انکار کفر ہوگا،کیوں کہ یہ امر متواتر کا انکار ہے۔دینی امر جو متواتر ہو،وہ ضروری دینی (قسم اول) ہوتا ہے۔

قال الھیتمی: {وفی تعلیق البغوی:مَنْ اَنْکَرَ السُّنَنَ الرَّاتِبَۃَ اَوْ صَلَاۃَ الْعِیْدَیْنِ یَکْفُرُ-وَالْمُرَادُ انکار مشروعیتھا لانھا معلومۃٌ من الدین بالضرورۃ-والمُنْکِرُ ھَیْئَۃَ الصَّلٰوۃِ زَعْمًا مِنْہُ اَنَّھَا لَمْ تَرِدْ اِلَّا مُجْمَلَۃً وھذہ الصفاتُ والشروطُ لَمْ تَرِدْ بِنَصٍّ جَلِیٍّ مُتَوَاتِرٍ کُفْرٌ اَیْضًا اِجْمَاعًا کَمَا یُوْخَذُ

مِنْ کَلَامِ الشِّفَاءِ} (الاعلام ص۳۵۴)

توضیح: عیدین کی نماز شوافع کے یہاں سنت ہے، اور احناف کے یہاں واجب ہے۔ یہ متواتر ہے، اس لیے انکار کفر ہے۔

جو گناہ صغیرہ متواتر ہو، وہ ضروری دینی ہے

قال الهیتمی: {ان انکار المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة کُفْرٌ – کَبِیْرَةً کَانَ اَوْ صَغِیْرَةً} (الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۹)

جو فرعی عقیدہ متواتر ہو، وہ ضروری دینی ہے

ضروریات دین ان امور کو کہا جاتا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔ اگر وہ اصولی امور ہوں تو ان کا انکار بھی کفر ہوگا اور اگر وہ فروعی امور ہوں تو ان کا انکار بھی کفر ہوگا، کیوں کہ امر متواتر کا انکار کفر ہے۔

بعض اعتبار سے تمام امور متواترہ اصول میں شمار ہوتے ہیں، کیوں کہ غیر منصوص امور اس پر متفرع ہوتے ہیں۔ باب اجتہادیات میں قیاس کی روشنی میں تفریع ہوتی ہے اور باب عقائد میں عقل صحیح کی روشنی میں تطبیق ہوتی ہے۔ اس مفہوم کو رسالہ چہارم: باب عقلیات میں سمجھنے کی کوشش کی جائے، جہاں کثرت عقلیات کا ذکر ہے۔

قال الغزالی: {وَمَهْمَا وُجِدَ التَّکذیب، وجب التکفیر وَاِنْ کَانَ فی الفروع – فَلَوْ قَالَ قائل مَثَلًا: البیت الذی بمکة، لیس الکعبة التی اَمَرَ اللّٰه تعالٰی بِحَجِّهَا فهذا کفرٌ – اِذْ قَدْ ثَبَتَ تواترًا عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلافُه – فَلَوْ اَنْکَرَ مُنْکرٌ شهادةَ الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم لذلک البیت، بانه الکعبة – لَمْ یَنْفَعْهُ انکارُه – بل یعلم اَنَّه معاند فی انکاره – اِلَّا اَنْ

یکونَ قریبَ عهدٍ بالاسلام ولم یتواتر عنده ذلک}

(فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقہ:ص۶۳)

توضیح: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب پائی جائے تو تکفیر واجب ہے، گرچہ کسی فرعی امر کا انکار ہو۔اصولی امور مثلاً رب تعالیٰ کی ذات وصفات ،رسالت ونبوت ،یوم آخرت وغیرہ کے انکار کی طرح فروعی امور کا انکار بھی کفر ہے، جب کہ وہ متواتر ہوں۔

قال الامام احمدرضا القادری: {والاکفار لا یجوز الا اذا تَحَقَّقَ لَنَا قَطْعًا اَنَّـه مُکَذِّبٌ اَوْ مُسْتَخِفٌّ–ولا قَطع الا فی الضروریات–لان فی غیرها،له اَنْ یَقُوْلَ لَمْ یثبت عندی}(المعتمد المستند ص۲۱۲)

فرض اگر متواتر نہ ہوتو وہ ضروری دینی نہیں

قال الامام احمد رضا فی توضیح الفرض الاعتقادی: {اَلْاَمْرُ الَّذِیْ اَذْعَنَ الْمُجْتَهِدُ طَلَبَه جَزمِیًّا وَحَتْمِیًّا– فان کان ذلک الاذعان فی درجة الیقین المعتبر فی اصول الدین–وعلٰی ذلک التقدیر لا تکون المسئلة الا مجمعًا عَلَیْهَا بین ائمة الدین–لان مافیه خلافٌ وَلَوْ مَرْجُوْحًا لا یَصِلُ الٰی دَرجة هـذا الیـقیـن–فهو فرض اِعْتِقَادِیٌّ–وَمُنْکِرُه کَافِرٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْفُقَهَاءِ وَکَافِرٌ عند المتکلمین اذا کَانَتِ الْمَسْئَلَةُ من ضروریات الدین–وَاِنَّمَا هٰذَا اَحْوَطُ وَاَسَدُّ عند المحققین وَمُعَوَّلٌ وَمُعْتَمَدٌ عِنْدَ اَسَاتِذَتِنَا الْکِرَام}

(فتاویٰ رضویہ ج اص ۶ – رضا اکیڈمی ممبئی)

توضیح: جب فرض اعتقادی میں ائمہ کرام کا اختلاف نہیں ہوتا تو ضروریات دین میں بھی یقینی طور پر اختلاف نہیں ہوگا، کیوں کہ فرض اگر ضروریات دین میں سے نہ ہوتو وہ قطعی بالمعنی الاعم ہوگا،اور ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں ۔قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق قطع ویقین کے ساتھ ثابت ہوتی ہے،اوراس کی جانب مخالف قطع ویقین کے

ساتھ باطل ہوتی ہے۔دونوں جانب میں خلاف کا احتمال بعید یعنی احتمال فاسد بھی نہیں ہوتا، یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہیں ہوتا،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال بعید بھی نہ ہوتا،یہی قطعی بالمعنی الاخص ہے۔

بلفظ دیگر قطعی بالمعنی الاخص میں جانب موافق واجب الثبوت ہوتی ہےاور جانب مخالف قطعی البطلان اور محال شرعی ہوتی ہے۔کبھی جانب مخالف محال عقلی بھی ہوتی ہے۔

جب ضروری دینی میں ایسا یقین پایا جاتا ہےتو کسی اہل حق کو اختلاف کی گنجائش نہیں ،اور اہل باطل ومتعصب کے اختلاف کا اعتبار نہیں ،جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں سوفسطائیہ، سمنیہ،لاادریہ وغیرہ کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

قطعی بالمعنی الاعم وہ ہے جس میں جانبین سے احتمال قریب یعنی احتمال صحیح معدوم ہو،یعنی جانب موافق کے ثبوت میں عدم ثبوت کا احتمال قریب نہ ہو،اور جانب مخالف کے بطلان میں عدم بطلان کا احتمال قریب نہ ہو۔یہی قطعی بالمعنی الاعم ہے۔

ائمہ مجتہدین کا اس میں بھی اختلاف نہیں ہوتا ہے۔فقہا احتمال بعید یعنی احتمال فاسد کا اعتبار ولحاظ نہیں کرتے ،اور احتمال متعذر یعنی احتمال باطل متکلمین وفقہا کسی فریق کے یہاں معتبر نہیں ۔تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہےاور اہل علم کے لیے قابل فہم ہوتی ہے،جیسا کہ امام غزالی نے رقم فرمایا:

{حَتّٰی اذا ذُکِرَ لھم د لیلُه،فَهِمُوْهُ لَا مَحَالَةَ-لِاَنَّ دَلِیْلَهٗ قَاطِعٌ}

(المستصفٰی ج۱ص۱۸۴)

فرض قطعی،فرض اعتقادی،اور فرض عملی

قال الامام احمد رضا:{اقول،وباللّٰه التوفیق:بل القطع علٰی ثلثة اَوْجُهٍ(۱)قطعٌ عَامٌّ یشترک فیه الخواص والعوام-وھو الحاصل فی ضروریات الدین(۲)وخاصٌّ یختص بِمَنْ مَارَسَ الْعِلْمَ وھو الحاصل فی

سائر الفرائض الاعتقادية المجمع عليه.

(۳)والثالث قطعٌ اَخَصُّ يختلف فى حصوله العلماء-كما اختلف فى حصول الثانى العوام والعلماء-فربما يؤدى ذهنُ عَالِمٍ اِلٰى قَرَائِنَ هَجَمَتْ وَحَفَّتْ فَرَفَعَتْ عنده الظنى الٰى مَنَصَّةِ اليقين-وَلَا تَظْهَرُ ذٰلِكَ لِغَيْرِه-اَوْتَظْهَرُ له معارضاتٌ تَرُدُّهَا اِلَى الْمرتبةِ الْاُوْلٰى من الظن.

تنظيره بِمَسْئَلَةٍ سَمِعَهَا صَحَابِى مِنَ النَّبِىِّ صلى اللّٰه عليه وسلم شفاهًا-وَبَلَغَ غَيْرَه بِاِخْبَارِه فهو قطعىٌّ عنده ظنىٌّ عندهم-فالمجتهد لا يُثْبِتُ الْاِفْتِرَاضَ اِلَّابِمَا حَصَلَ لَهُ الْقَطْعُ به-فان كان العلماء كُلُّهُمْ قاطعين به كَانَ فَرْضًا اعتقاديًّا-وان كان قطعًا خَاصًّا بهذا المجتهد، كان فرضًا عَمَلِيًّا}(فتاویٰ رضویہ ج اص ۸-رضا اکیڈمی ممبئ)

توضیح: ہر فرض ضروریات دین میں سے نہیں۔فرض اعتقادی وہ ہے کہ مجتہد کواس کا یقین حاصل ہوا، پھر تمام مجتہدین نے اس پر اتفاق کیا تو اس قسم کا کوئی فرض ضروریات دین میں شامل نہ ہوگا،کیوں کہ اس کی فرضیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول نہیں ہوگی، بلکہ مجتہد کے اجتہاد سے اس کی فرضیت کا ظہور ہوتا ہے۔

اگر اس کی فرضیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہوتی تو کسی مجتہد کے اجتہاد اور دیگر مجتہدین کے اتفاق کا کوئی معنی نہیں۔ضروری دینی پر خواص وعوام سب کا اتفاق ہی ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے اسی بحث میں منقولہ بالاعبارت سے قبل تواتر کے ساتھ منقول فرض کے لیے’’فرض قطعی‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔فرض قطعی ضروریات دین میں سے ہے اور فرض اعتقادی ضروریات اہل سنت میں سے ہے،کیوں کہ فرض اعتقادی کا

ثبوت قطعی بالمعنی الاعم دلیل سے ہوتا ہے۔فرض عملی نہ ضروریات دین میں سے ہے، نہ ہی ضروریات اہل سنت میں سے۔

قال الامام احمد رضا القادری: {ولیس اکفار جاحد الفرض لازمًا له–وانما هوحکم الفرض القطعی المعلوم من الدین بالضرورة}

(حاشیہ فتاویٰ رضویہ ج۱ص ۲۴۷: جامعہ نظامیہ لاہور)

توضیح: متکلمین کے یہاں صرف فرض قطعی کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا، کیوں کہ فرض قطعی ضروریات دین میں سے ہے۔

دونوں ضروریات میں فرق کیسے کیا جائے؟

جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو، وہ ضروریات دین (قسم اول) میں ہوگا،اور جو متواتر نہ ہو، بلکہ قطعی بالمعنی الاعم دلائل سے بطریق نظر واستدلال ثابت ہو، وہ ضروریات دین کی قسم دوم (ضروریات اہل سنت) میں ہوگا۔

فرض اعتقادی ضروریات اہل سنت میں شامل ہے۔فرض قطعی ضروریات دین میں سے ہے۔فرض عملی دونوں سے خارج۔

غیر ضروریات پر عدم تکفیر کی وجہ

قال الامام احمد رضا القادری: {والاکفار لا یجوز الا اذا تَحَقَّقَ لَنَا قَطْعًا اَنَّه مُکَذِّبٌ اَوْ مُسْتَخِفٌّ–ولا قَطع الا فی الضروریات–لان فی غیرها–له اَنْ یَقُوْلَ لَمْ یثبت عندی} (المعتمد المستند ص۲۱۲–المجمع الاسلامی مبارک پور)

توضیح: امر دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص (ضروری دینی) کے انکار پر حکم کفر عائد ہوتا ہے۔اسی طرح تکفیر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے لیے قطعی طور پر ثابت ہو

جائے کہ فلاں نے تکذیب نبوی کی ہے یا کسی ضروری دینی کی تخفیف وتنقیص کی ہے، تب اسے ہم کافر قرار دے سکتے ہیں۔ یہ صورت صرف ضروریات دین میں پائی جاتی ہے کہ وہ قطعی الثبوت ہوتا ہے۔اس کا قطعی ثبوت منکر کے لیے ہوسکتا ہے۔جب قطعی ثبوت کے بعد کوئی انکار کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے۔

جوامور دینیہ قطعی الثبوت نہیں ہیں،ان کا قطعی ثبوت نہیں ہوسکتا ہے۔ہاں، یہاں بھی تکفیر کی ایک صورت ہے۔وہ تکذیب کے سبب نہیں ، بلکہ استخفاف اور تلاعب بالدین کے سبب ہے،مثلاً کسی نے حدیث نبوی کو حدیث متواتر اعتقاد کیا اور قطعی الثبوت حدیث نبوی اعتقاد کر کے انکار کیا تو یہاں استخفاف بالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام،تلاعب بالدین ثابت ہوا۔تکذیب حقیقی ثابت نہیں،لیکن عزم تکذیب یعنی عزم کفر ثابت ہے۔

تلاعب بالدین،استخفاف اور عزم کفر یہ تمام مستقل کفر ہیں۔ان میں سے کوئی ایک بھی پایا جائے تو کفر ثابت ہوگا۔

امور متواترہ اگر دینیات میں سے نہ ہوں تو انکار کفر نہیں

قال القاضی عیاض رحمہ اللّٰہ تعالٰی: {فَاَمَّا مَنْ اَنْکَرَ مَا عُرِفَ بِالتَّوَاتُرِ مِنَ الْاَخْبَارِ والسیر والبلاد التی لا یَرْجِعُ الٰی اِبْطَالِ شَرِیْعَۃٍ–وَلَا یُفْضِیْ اِلٰی اِنْکَار قَاعِدَۃٍ مِنَ الدِّیْنِ کَاِنْکَارِ غَزْوَۃِ تَبُوْکٍ اَوْ مُوْتَۃَ اَوْ وُجُوْدِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اَوْ قَتْلِ عُثْمَانَ اَوْ خِلَافَۃِ عَلِیٍّ–مِمَّا عُلِمَ بالنقل ضَرُوْرَۃً–وَلَیْسَ فی انکارہ جَحْدُ شریعۃٍ–فَلَا سَبِیْلَ الٰی تَکْفِیْرِہ بِجَحْدِ ذلک وَاِنْکَارِ وُقُوْعِ الْعِلْمِ لَہ–اِذْ لیس فی ذلک اَکْثَرُ مِنَ الْمُبَاہَتَۃِ کَاِنْکَارِ ہِشَامٍ وَعَبَّادٍ وَقْعَۃَ الْجَمَلِ وَمُحَارَبَۃَ عَلِیٍّ مَنْ خَالَفَہ.

فَاَمَّا اِنْ ضَعَّفَ ذلک مِنْ اَجَلِ تُہْمَۃِ النَّاقِلین وَوَہْمِ الْمُسْلِمِیْنَ

اَجْمَعَ–فَنُکَفِّرُہ بِذٰلِکَ لِسَرْیَانِه الٰی اِبْطَالِ الشَّرِیْعَةِ}(الشفاء ج۲ص۲۹۰)

قال الخفاجی: {وھـذا کُلُّه ظَاھِرٌ–فَمَا قیل من انه یلزمه تکذیب نقلة الـحـدیـث فـی الـغـزوات لا وَجْـهَ لَه لانه لَا یُعَدُّ کُفْرًا–وَکَذَا مَا قِیْلَ مِنْ اَنَّ اِنْـکَـارَ وُجُـوْدِ اَبِیْ بَکْرٍ فیه تَکْذِیْبٌ لِلْقُرْاٰن فی قوله تعالٰی(ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِـی الْـغَـارِ)الأیة–لان انکارَ ذاتِه لَیْسَ بِکُفْرٍ مِنْ حَیْثُ ھُوَ–فَاِنْ عَرَفَه وَاَنْکَرَ صُحْبَتَهُ الَّتِیْ فِی الْقُرْاٰنِ فَھُوَ کُفْرٌ} (نسیم الریاض ج۴ص۵۲۰)

والھیتـمـی قَـدْ فَصَّلَ الکلامَ فی ھذا المقامِ فی کتابه الاعلام بقواطع الاسلام(ص۳۵۴)

قـال الھیتـمی الشافعی: {شـرط انـکـار الـمجمع علیه الضروری ان یـرجـع الی تکذیب امر یتعلق بالشرع کما فی انکار مکة بخلاف انکار ما لا یتعـلـق بـذلک کما مر ذلک مستوفی–وانکار صحبة غیر ابی بکر لا یتعـلـق بـه ذلک بـخلاف انکار صحبة ابی بکر لان فیھا تکذیبا للقرآن–وقـد مر ما یوید ذلک ویاتی ما یؤیده ایضًا–قال فی الکافی ایضا:ولوقذف عـائشة رضـی اللّٰه عنھا صار کافرًا بخلاف غیرھا من الزوجات لان القرآن الکریم نزل ببرائتھا–انتھی}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۱۲۹-دارالتقوی بیروت)

دینیات سے خارج امور میں بھی نبی کی تکذیب کفر ہے

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعض ایسے امور تواتر کے ساتھ منقول ہوں جو اعتقادیات وعملیات سے خارج ہوں تو ان امور کا انکار بھی کفر ہے، کیوں کہ اس سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب نبی،توہین وتنقیص ہے۔

دیگر متواتر امور جو قرآن میں موجود نہ ہوں، نہ ہی حدیث متواتر میں ہوں، نہ ہی

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوں،ان کا انکارکفرنہیں، جیسے عہد ماضی کے کسی بادشاہ کا انکارجس کا ذکر نہ قرآن وحدیث میں ہو، نہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔ بھارت کے قدیم راجاؤں ،مہاراجاؤں کا ذکرقرآن وحدیث میں بھی نہیں ، نہ زبان نبوی سے متواتر ہیں۔ان کا انکارکفرنہیں۔

قال الهیتمی: {قضیة قولهم(او تکذیب نبی)انه لا فرق بین تکذیبه فی امر دینی او غیره–وهو ما یصرح به کلام العراقی شارح المهذب،لکن کلام غیره ینازع فیه–واصل ذلک انهم صرحوا بان من خصائصه صلی اللّٰه علیه وسلم ان یتزوج بلا شهود لان اعتبارهم لامن الجهود–وهو مامون فی حقه صلی اللّٰه علیه وسلم.

ثم قالوا: والمرأة لوکذبته لم یلتفت الیها–وقال العراقی المذکور: بل تکفر بتکذیبه فقضیة کلام غیره عدم کفرها لکن کلامه اوجه لان تکذیبه ولو فی الامر الدنیوی صریح فی عدم عصمته عن الکذب وفی الحاق النقص به وکلاهما کفر–ولا ینافی ذلک ما وقع عن بعض حفاة الاعراب مما یقرب من ذلک–لانهم کانوا معذورین لقرب اسلامهم}

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص85)

ضروری دینی کی فیصلہ کن بحث

فصل اول اورفصل دوم میں بیان کردہ مباحث سے یہ واضح ہوگیا کہ ضروری دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص امر دینی ہے۔

حاضر دربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہروہ امر دینی ضروری دینی ہے جوانہوں نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاسہ سمع وحاسہ بصر سے حاصل کیا ہو

،اور غیر حاضرین کے لیے وہ امر دینی ضروری دینی جو تواتر کے ساتھ ان کو حاصل ہوا ہو۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں:

ضروریات دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہے کی گنجائش، نہ تاویل کی راہ- اوران کا منکر یاان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

ضروریات مذہب اہل سنت و جماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے، مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوع شبہہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے، اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں، بلکہ گمراہ، بدمذہب، بددین کہلاتا ہے''۔

ثابتات محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلاف کو مطروح و مضمحل اور التفات کے نا قابل بنادے۔اس کے ثبوت کے لیے حدیث آحاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سواد اعظم و جمہور علما کی سند وافی: فان ید اللہ علی الجماعۃ۔

ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطی وآثم، خطا کار وگناہگار قرار پاتا ہے۔ نہ بددین وگمراہ، نہ کافر وخارج از اسلام۔

ظنیات محتملہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔ان کے منکر کو صرف مخطی وقصوروار کہا جائے گا۔ نہ گناہگار، چہ جائے کہ گمراہ، چہ جائے کہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے۔ جو فرق مراتب نہ کرے، اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے، وہ جاہل بے وقوف ہے یا مکار فیلسوف''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۲۹ص ۳۸۵- جامعہ نظامیہ رضویہ: لاہور)

توضیح: وہ امر جس میں نہ شبہے کی گنجائش ہو، اور نہ تاویل کی راہ ہو، وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص امور ہیں۔ یہی ضروری دینی ہے۔

ضروری دینی: وہ امر دینی ہے جو قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو

ضروریات دین، قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتی ہیں۔ جب ضروریات دین کے بارے میں قطعی کا لفظ استعمال ہو تو قطعی بالمعنی الاخص مراد ہوگا۔ ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہونا ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہے اور امر دینی ہونا جنس قریب ہے۔

ضروریات اہل سنت یعنی ضروریات کی قسم دوم، قطعی بالمعنی الاعم ہوتی ہیں۔ اس کے دلائل قطعی بالمعنی الاعم ہوں گے، پس جب ضروریات اہل سنت میں قطعی کا لفظ استعمال ہو تو یہی معنی مراد ہوگا اور کفر فقہی ضروریات اہل سنت کے انکار کا نام ہے تو کفر فقہی کے بیان میں جب قطعی کا لفظ بولا جائے تو قطعی بالمعنی الاعم مراد ہوگا۔

ضروریات دین کا لزومی انکار بھی کفر فقہی ہے، لیکن یہ ظنی اور اجتہادی ہوتا ہے۔ بعض کے یہاں لزوم کفر ثابت ہوتا ہے، اور بعض کے یہاں لزوم کفر ثابت نہیں ہوتا ہے۔ جہاں لزوم بین ہو کہ لزوم کفر متعین ہو، اور اس کے علاوہ ہر صورت کا احتمال بالدلیل واحتمال بلا دلیل معدوم ہو تو ایسا لزوم بین بھی التزام اور قطعی کے حکم میں ہوگا، اور کفر کلامی کا حکم عائد ہوگا۔

قال بحر العلوم فی مسئلة التکفیر علیٰ انکار الضروریات فی تشریح (الشرعیات القطعیات)

{وَالْمُرَادُ بِالْقَطْعِ الْمَعْنَى الْاَخَصُّ–وَهُوَمَا لَا يَحْتَمِلُ النَّقِيْضَ وَلَوْ اِحْتِمَالًا بَعِيْدًا–وَلَوْغَيْرُ نَاشٍ عَنِ الدَّلِيْلِ}

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد دوم: ص 377)

توضیح: بحر العلوم فرنگی محلی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ ضروریات دین کے باب میں

قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص مراد ہے۔اسی طرح امام غزالی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروریات دین میں قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص مراد ہے۔

قال الغزالی: {وَلِهٰذَا المعنٰی کان الاحتمال البعید کالقریب فی العقلیات-فان دلیل العقل،لَا تُمْکِنُ مُخَالَفَتُهُ بِوَجْهٍ مَّا-وَالْاِحْتِمَالُ الْبَعِیْدُ یُمْکِنُ اَنْ یَکُوْنَ مُرَادًا بِاللَّفْظِ بِوَجْهٍ مَّا-فَلَا یَجُوْزُ التَّمَسُّکُ فِی الْعَقْلِیَّاتِ اِلَّا بِالنَّصِّ بِالْوَضْعِ الثَّانِی-وَهُوَ الَّذِیْ لَا یَتَطَرَّقُ اِلَیْهِ اِحْتِمَالٌ قَرِیْبٌ وَلَا بَعِیْدٌ}

(المستصفٰی جلداول:ص388)

توضیح:امام غزالی نے نص کے تین مفاہیم بیان کیے،اور تصریح فرمائی کہ متکلمین کے یہاں نص کا مفہوم ثانی مراد ہے،یعنی جس میں جانب مخالف کا نہ احتمال قریب ہو،نہ احتمال بعید ہو۔علم کلام کو عقلیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ذیل میں نص کے معنی دوم کی وضاحت ہے۔

قال الغزالی فی بیان معانی النص: {(الثانی)وهو الاشهر مَا لَا یَتَطَرَّقُ اِلَیْهِ اِحْتِمَالٌ اَصْلًا-لَا عَلٰی قُرْبٍ وَلَا عَلٰی بُعْدٍ کَالْخَمْسَةِ مَثَلًا فَاِنَّه نَصٌّ فِیْ مَعْنَاهُ-لَا یَحْتَمِلُ السِّتَّةَ وَلَا الْاَرْبَعَةَ وَسَائِرَ الْاَعْدَادِ-وَلَفْظُ الْفَرْسِ لَا یَحْتَمِلُ الْحِمَارَ وَالْبَعِیْرَ وَغَیْرِهٖ-فَکُلُّ مَا کَانَتْ دَلَالَتُهُ عَلٰی مَعْنَاهُ فی هذه الدرجة سُمِّیَ بالاضافة الٰی معناه نَصًّا فی طرفی الاثبات والنفی-اَعْنِی فی اِثْبَاتِ الْمُسَمّٰی وَنَفِیِّ مَا لَا یَنْطَلِقُ عَلَیْهِ الْاِسْمُ-فَعَلٰی هٰذَا حَدُّه-اللفظ الذی یفهم منه علی القطع معنًی-فهو بِالْاِضَافَةِ اِلٰی مَعْنَاهُ الْمَقْطُوْعِ به نَصٌّ}

(المستصفٰی جلداول:ص386)

قال بحر العلوم عبد العلی الفرنجی محلی عن الظاهر والنص والمفسر و المحکم:

{ثم حکم الکل وجوب العمل قطعًا وَیَقِیْنًا–لکِنْ فی الاولین مع احتمال التأویل مَرْجُوْحًا اَشَدَّ المرجوحیة اَوْ دُوْنَهَا–وَفی الاخیرین مع عدم احتمال الانصراف اَصْلًا ولو مرجوحًا وهو الیقین بالمعنی الاخص–وهو المراد فی الاعتقادیات}(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت جلد دوم:ص19)

توضیح: ظاہر اور نص میں تاویل مرجوح (تاویل بعید) کا احتمال ہوتا ہے، اور مفسر ومحکم تاویل بعید کا بھی احتمال نہیں ہوتا ہے۔ضروریات دین کا ثبوت ان دلائل سے ہوتا ہے جو اپنے معنی میں مفسر ہو۔مفسر قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے رقم فرمایا:''ضروریات دین،ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی،قطعی الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے،جن میں نہ شبہے کی گنجائش،نہ تاویل کوراہ،اوران کا منکر،یاان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج۲۹ص ۳۸۵-جامعہ نظامیہ لاہور)

توضیح: مذکورہ بالا عبارت میں عوام وخواص کے جاننے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔دربار رسالت کے غیر حاضرین کے لیے مذکورہ دلائل ثلاثہ اور عقل صحیح سے ضروری دینی کا ثبوت ہوتا ہے۔دربار اعظم کے حاضرین نے جو حکم شرعی زبان اقدس سے سنا،وہ اس کے حق میں ضروری دینی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

طارق انور مصباحی

۴:محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴:اگست ۲۰۲۰ء

بروز:دوشنبہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

رسائل: البرکات النبویہ=تفصیل صفحات وتواریخ اجرا

رسالہ اول: صفحات 75

تاریخ اجرا=۲۱: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۷: جنوری ۲۰۱۹ء-شب: دوشنبہ

رسالہ دوم: صفحات ۹۳

تاریخ اجرا=۹: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۶: جنوری ۲۰۱۹ء- بروز: چہارشنبہ

رسالہ سوم: صفحات ۶۲

تاریخ اجرا=۱۴: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۱: جنوری ۲۰۱۹ء- بروز: دوشنبہ

رسالہ چہارم: صفحات ۱۸۵

تاریخ اجرا=۱۶: ربیع الغوث ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۴: دسمبر ۲۰۱۸ء- بروز: دوشنبہ

رسالہ پنجم: صفحات ۱۰۰

تاریخ اجرا=۲: جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۹: جنوری ۲۰۱۹ء- بروز: چہارشنبہ

رسالہ ششم: صفحات ۲۱۸

تاریخ اجرا=۱۶: جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۰: فروری ۲۰۲۰ء- بروز: دوشنبہ

رسالہ ہفتم: صفحات ۲۵۶

تاریخ اجرا=۲۴: رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰: مارچ ۲۰۲۰ء- بروز: جمعہ مبارکہ

رسالہ ہشتم (نصف اول) (ردفرقہ بجنوریہ): صفحات ۲۶۰

تاریخ اجرا=۲۳: جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۸: فروری ۲۰۱۹ء-شب: جمعہ مبارکہ

رسالہ ہشتم (نصف دوم) (ردفرقہ بجنوریہ): صفحات ۱۹۰

تاریخ اجرا=۱۴: رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۱: مارچ ۲۰۱۹ء- بروز: پنج شنبہ

رسالہ نہم: صفحات

تاریخ اجرا: (تادم تحریر تصحیح نہ ہوسکی، اسی لیے جاری نہیں کیا جاسکا)

رسالہ دہم: صفحات ۲۹۵

تاریخ اجرا=۱۵: ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ مطابق ۱۳: دسمبر ۲۰۱۹ء- بروز: جمعہ مبارکہ

رسالہ یازدہم: صفحات ۴۷۲

تاریخ اجرا=۱۶: شوال المکرم ۱۴۴۱ھ مطابق ۸: جون ۲۰۲۰ء= بروز: دوشنبہ

رسالہ دوازدہم: صفحات ۴۲۹

تاریخ اجرا=۴: محرم الحرام ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۴: اگست ۲۰۲۰ء= بروز: دوشنبہ

فتاویٰ کیرلا: صفحات ۷۸

تاریخ اجرا=۲۵: رجب المرجب ۱۴۴۰ھ مطابق یکم اپریل ۲۰۱۹ء- بروز: دوشنبہ

☆☆☆☆☆

مجلس علماے جھارکھنڈ کا قیام کب؟ کہاں؟ اور کیوں؟

ہر دور میں ایسے دین کے مجاہد پیدا ہوتے رہے ہیں جن کی انتھک محنتوں اور کاوشوں سے بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آئے۔ پریشان حال لوگوں کے پرسان حال بنے۔ اور اپنی قائدانہ صلاحیت کو بروے کار لا کر زمانے میں انقلاب برپا کیا آج جب کہ ہر شخص اپنی اپنی زندگی میں مگن ہے، دنیاوی خواہشات اور ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے دین وملت کے اجتماعی حقوق کو یکسر بھول چکے ہیں۔ ایسے وقت میں دینی بے راہ روی اور قوم کی بدحالی کو دیکھ کر اگر کسی کے دل میں درد اٹھتا ہے تو ان میں علماے کرام کا نام سرفہرست ہے۔ جن کے اذہان وقلوب ہمیشہ فکر دین وملت میں بے چین و بے قرار رہتے ہیں چناں چہ صوبۂ جھارکھنڈ کے کچھ شاہین صفت علماے کرام نے دینی زوال وملی انحطاط کے پیش نظر کچھ کر گزرنے کا جذبہ لے کر میدان عمل میں آنے کی تیاری کی اور اس اہم کام کے لیے 27 جنوری / 2020ء یعنی ابو الفیض حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے 45/ ویں عرس کے پر بہار موقع پر الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) میں علماے جھارکھنڈ کی ایک اہم میٹنگ رکھی گئی، میٹنگ میں وقت کے عظیم مفکر وجید علماے کرام نے شرکت کی اور دین کی بقا اور ملت کی فلاح کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جھارکھنڈ سے تعلق رکھنے والے علماے کرام وطلبۂ اسلام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ میٹنگ میں موجود چند مخصوص علمائے کرام کے نام یہ ہیں۔

حضرت مفتی محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی ★ حضرت مفتی انور نظامی مصباحی ★ حضرت مولانا عرفان عالم مصباحی ★ حضرت مفتی ناصر حسین مصباحی ★ حضرت مولانا حسیب اختر مصباحی ★ حضرت حافظ عبد المبین رضوی ★ حضرت مفتی شاہد رضا مصباحی ★ حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی ★ اس میٹنگ کی بحثوں کا ماحصل یہ نکلتا ہے کہ پہلے جھارکھنڈ سطح پر ایک عظیم تحریک کی بنیاد رکھی جائے اور پھر اس کے بینر تلے تمام علماے کرام وحفاظ عظام مل کر کام کریں چناں چہ اسی فیصلے کے پیش نظر 6/ فروری 2020ء کو مجلس علماے جھارکھنڈ کا قیام عمل میں آیا مجلس علماے جھارکھنڈ کے چند اغراض ومقاصد آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

1 جھارکھنڈ کے تمام مدارس کے درمیان ربط وتعلق پیدا کرنا پورے جھارکھنڈ کے لیے ایک بہترین نصاب تعلیم کی ترتیب اور اس کے نفاذ کی کوشش 2 غریب ونادار طلبہ کی کفالت، چاہے وہ مدرسے میں پڑھنے والے ہوں یا اسکول وکالجز میں 3 عوام کو ضروری دینی مسائل اور عقائد سے واقف کرانا، ساتھ ہی اس کا ایک نصاب مرتب کرنا 4 علماے کرام، ائمہ مساجد، ومدرسین حضرات کی ضرورتوں کے مواقع پر ان کے لیے مدد فراہم کرنا 5 نو فارغ، نوجوان علماے کرام کے درمیان باہمی اتحاد واتفاق اور ربط وضبط پیدا کرنا ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کی کوشش اور ان صلاحیتوں کے صحیح استعمال پر غور (جو جس میدان کا آدمی ہو، جس فلڈ میں مہارت ودل چسپی رکھتا ہو، اس کی فطری صلاحیت کو مزید نکھار کر اسے اس کام میں لگانا) 6 علماے جھارکھنڈ کو ان کے کارناموں کی بنیاد پر ایوارڈ سے سرفراز کرنا 7 طلبۂ مدارس کو ممتاز اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر حوصلہ افزائی کے لیے انعامات سے نوازنا 8 دار الاشاعت کا قیام 9 ایک بڑی لائبریری کا قیام 10 بڑے مدارس، یونیورسٹیز وغیرہ جیسے بڑے امتحانات کی تیاری کے لیے کوچنگ سینٹر کا انتظام ان کے علاوہ چھوٹے بڑے اور بھی کئی مقاصد ہیں جن پر وقت اور حالات کے مطابق کام کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

حضرت مفتی شاہد رضا مصباحی
9693676971

حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی
7007591756